جلد 25 شمارہ 1 ماہ جنوری 2023ء جمادی الثانی / رجب 1444ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ
بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ
محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار
فلاحِ آدمیّت
نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042
مجلس ادارت
مدیر
احمد رضا خان
0321-6400942
معاون مدیر
شہزاد محمود بخاری
0301-7430525
نائب مدیر
سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212
شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی
ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض
شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com
پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا
قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
دل کی بات	مدیر	1
پیام قرآن، فرمان نبوی ﷺ	ادارہ	3
ندائے عارف	ماجد محمود توحیدی	5
الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ	سید رحمت اللہ شاہ	9
میں نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے کیا پایا	سید عابد کبیر شاہ	20
میں توحیدی کیسے بنا	محمد ریاض	30
اپنے آپ کو پہچان	امام غزالیؒ	35
فضائل امین وامانت	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی	41
اقدار	حکیم محمد سعید	47
دین اور شریعت	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	50
شفا کی خوشبو	حکیم طارق محمود الحسن	55
دانش رومیؒ و سعدیؒ	ڈاکٹر غلام جیلانی برق	60

دل کی بات

سلسلۂ توحیدیہ کے آئین کا تحریری صورت میں موجود ہونا ہمارے لئے بہت خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ اس کی وجہ سے سلسلہ میں ڈسپلن، افعال میں سرگرمی، اور تعلیم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیگر کئی قسم کے فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ ان تحریری ہدایات کے ساتھ ساتھ بانیٔ سلسلہؒ کی ذات سے وابستہ سلسلے کی ایسی کئی دیگر روایات بھی ہیں جن پر کاربند ہونے کے یقینا بہت سے روحانی، اخلاقی و دیگر فوائد ہیں۔ ایسی ہی ایک روایت بابا جان ڈار صاحبؒ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے:

''ایک دفعہ میں آستانے پر گیا ہوا تھا۔ ذکر کے بعد دیگر بھائی گپ شپ لگانے لگے مگر میں نے باہر برآمدے میں سائیڈ پر ہو کر عشاء کی نماز شروع کر لی۔ سلام پھیرا ہی تھا کہ انصاری صاحبؒ دفعتاً وہاں آگئے اور پوچھا کہ کیا پڑھ رہے تھے؟ میں نے بتایا کہ عشاء کی نماز پڑھی ہے۔ میرے اس جواب پر آپؒ نے ڈپٹ کر کہا کہ گھر جا کر پڑھا کرو۔ آپ کا آخری کام نماز ہونا چاہئے تاکہ اسی کیفیت میں سو جائیں اور رات بھر آپ کو اس کا فائدہ ملتا رہے۔''

بابا جان ڈار صاحبؒ فرماتے کہ اس کے بعد میں نے حتی الوسع اسی معمول کے مطابق عمل کیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس معمول میں کمی آتی گئی۔ آج کل اکثر حلقہ جات میں ذکر کے فوراً بعد نماز کی تیاری شروع ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے ہفتہ وار حلقہ ذکر کا اصل مقصد جو کہ کھلی گپ شپ اور آپس میں تبادلہ خیال تھا، فوت ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے بعد بھائی رخصت ہونے لگتے ہیں۔ حلقہ ذکر کے فوراً بعد اسی جگہ نماز پڑھنے والے بھائیوں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ باجماعت نماز کے اجر سے فائدہ اٹھایا جائے۔ انہیں بانیٔ سلسلہؒ اور بابا جان ڈار صاحبؒ کا معمول بتایا جائے تو انہیں اس میں سنت سے تعارض نظر آتا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لئے چند گزارشات پیش خدمت ہیں جن سے اس ظاہری تعارض کی حقیقت سمجھ آجائے گی۔

اللہ والے چونکہ نفس کی ماہیت اور طریقہ کار کو بہت اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں اس لئے وہ جانتے ہیں کہ یہ بسا اوقات بھیس بدل کر اپنا کام کرتا ہے بلکہ پارسا لوگوں میں تو کرتا ہی اسی طریق پر ہے کیونکہ کھلے گناہ کا ارتکاب تو ایسے لوگ کرتے نہیں۔ اس مسئلے میں بھی ہمیں معلوم ہو رہا ہوتا ہے کہ ہم

باجماعت نماز کی صورت میں ستائیس (۲۷) گنا زیادہ ثواب کے حق دار بن رہے ہیں جبکہ رات دیر گئے دوبارہ نماز پڑھنے اور وضو کی مشقت کی صورت میں نفس پر جو زد پڑے گی، عین ممکن ہے کہ اس ستائیس (۲۷) گنا سے کہیں زیادہ ثواب کا باعث بن جائے۔ نفس اپنی پیش آمدہ تکلیف کی یہ صورت دکھاتا ہے کہ ستائیس گنا ثواب حاصل کرو، میاں ستائیس گنا۔

بیعت نامہ میں موجود یہ جملہ کہ ''میں اپنے پیشوا کا ہر حکم بلا چون و چرا مانوں گا، چاہے اس کے مصالح اور منافع میری سمجھ سے بالاتر ہی کیوں نہ ہوں۔'' اسی قسم کی صورت حال کیلئے ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی سمجھ لینے والی ہے کہ یہ حکم بھائیوں کیلئے فرض کے درجہ میں نہیں۔ اس لئے اگر کبھی کبھی باجماعت نماز پڑھ بھی لی جائے تو یہ باباجانؒ کی حکم عدولی شمار نہیں ہوگی مگر بیشتر اوقات ہمیں آپؒ کے معمول کو ہی اختیار کرنا چاہئے۔ اگر کوئی بھائی دونوں مزے لوٹنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ حلقہ ذکر کے بعد خوب گپ شپ سے فارغ ہو کر صرف باجماعت نماز بھائیوں کے ساتھ پڑھ لے اور بقیہ نماز سنن، وتر و نوافل گھر جا کر سونے سے قبل ادا کرے اور سو جائے۔

بلاشبہ اعمال کے فضائل کے حوالے سے بہت سی مستند احادیث کتب میں موجود ہیں۔ ہم ان احادیث مبارکہ کو کماحقہ تسلیم کرتے ہیں تاہم بانیٔ سلسلہؒ نے اپنے سلسلہ میں جو تعلیمات دی ہیں ان میں تعداد نہیں معیار کی بات ہوئی ہے جو سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق اور سالکین راہ طریقت کیلئے افادیت سے بھرپور ہے۔ باباجی انصاری صاحبؒ نے تصوف کے سلاسل میں رائج لمبے چوڑے اذکار اذکار، تسبیحات و اوراد کو ختم کر کے ان کا جو متبادل پیش کیا اس میں معیار اور اصل حس کے مطابق تسلسل سے عمل کی بات کی۔ نماز بالخصوص نوافل کے بارے میں تو فرمایا: نوافل دو ہی پڑھو مگر ایسی پڑھو کہ سینکڑوں پر بھاری ہوں۔ پوری یکسوئی اور محبت سے لمبا قیام، لمبے لمبے رکوع و سجود۔ فرمایا کہ بس دو ہی پڑھ لو۔ یہی کافی ہیں۔

اللہ کریم ہمیں اپنے بزرگوں سے ایسی محبت نصیب فرمائے جو کہ راہ سلوک میں ہمارے لئے زاد راہ بن جائے۔ آمین۔

احمد رضا خان

مدیر مجلہ فلاح آدمیت

پیامِ قرآن

فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُواْ لِيْ وَلاَ تَكْفُرُونِ۔ (سورۃ البقرہ۲: آیت۱۵۲)

''پس تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا، میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو''۔

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُواْ اللّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ. (سورۃ البقرہ۲۔آیت۱۹۸)

''پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو، اور اس طرح یاد کرو جس کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے، ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے''۔

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُواْ اللّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ. وِمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. أُولَـئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُواْ وَاللّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ. وَاذْكُرُواْ اللّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ. (البقرہ۲: آیات۲۰۳۔۲۰۰)

''پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے، اسی طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، (مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بھی بہت فرق ہے) ان میں سے کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں ہی سب کچھ دے دے، ایسے شخص کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ۔اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے۔اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمھیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں''۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ تنہائی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ محفل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے زیادہ بہتر محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت کے برابر میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ کے برابر میرے قریب ہوتا ہے تو میں چار ہاتھ کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ چل کر میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کے قریب جاتا ہوں۔

(صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مکہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کا گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا جس کا نام "جمدان" تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چلتے رہو! یہ "جمدان" ہے اور "مفردون" سبقت لے گئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! "مفردون" کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

(صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ حلفیہ طور پر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
جو لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنی بارگاہ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔

(صحیح مسلم)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

☆...... سیکھنے والا دل چاہئے۔ ہر ایک آدمی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے۔ سیکھنے کی کوشش کریں۔ آپ کے عادات وخصائل ممکن ہے اللہ کو پسند ہوں، دوسرا دیکھے کہ یہ باتیں مجھ میں بھی ہوں تو اچھا ہے وہ باتیں خود Adopt (اختیار) کرنا شروع کردے۔ اخلاق کے ہزاروں شعبے ہیں۔ اس لئے تصوف میں یہ باقاعدہ ایک مضمون ہے۔ اس کا خیال کرنا پڑتا ہے، اس کو سیکھنا پڑتا ہے، اس کو پڑھنا پڑتا ہے پھر جا کے آدمی کہیں لائن پر لگتا ہے۔ اس کے ٹھیک نہ ہونے تک بنتا بھی کچھ نہیں کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہی مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے ہیں۔ دین مکمل بھی اس وقت ہوا۔ یہ آیت بھی اس وقت اتری جب اخلاق مکمل ہوا۔ اخلاق کا تزکیہ وتصفیہ ہو گیا پھر دین مکمل ہونے کا اعلان اللہ میاں نے کیا۔ ورنہ یہ توحید، یہ قیامت، یہ نبوت اور آخرت تو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب ہی نبی یہی پڑھاتے رہے۔ یہی سکھاتے رہے۔ اخلاق کی تعلیم آقا سرکار دو عالم ﷺ نے شروع کی اور اسی میں تکمیل ہوئی۔ یہ شروع سے بھی تھا لیکن مسجد نبوی میں دو ہجری سے یہ سلسلہ شروع ہوا تھا اور آٹھ/نو سال آپ کی زندگی میں لگے اور ماشاءاللہ اللہ نے اسے مکمل کر دیا۔

☆...... ایک دوسرے کی محفل میں شریک ہونا اچھی بات ہے۔ جتنی دیر شرکت ہوتی ہے اس میں ایک دوسرے سے کچھ سیکھا بھی کرو۔ صرف شرکت ہی کافی نہیں ہے، اس سے کچھ فائدہ بھی اٹھایا کرو۔ کچھ سیکھو یا سکھاؤ۔ جو سکھانے کی مد میں آتے ہیں وہ سکھائیں، ان کا فرض بنتا ہے۔ جو سیکھنے والے ہیں انہیں سیکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پنجابی کے ایک صوفی صاحب ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ہر لمحے کچھ نہ کچھ کاڑھتے پونجھتے رہو، کوئی وقت ضائع مت کرو، کچھ نہ کچھ ہاتھ آتا رہے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا فرمان ہے کہ زندگی کے ہر لمحے میں کچھ نہ کچھ بکھیرتے رہو، کسی دن ایک باغ لگا ہوا پاؤ گے۔ یہ آپ کا

فرمان ہے کہ کسی دن ایک باغ لگا ہوا پاؤ گے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ کو معراج کے موقع پر عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! اپنی اُمت سے کہنا کہ جنت کی مٹی بہت ذرخیز ہے۔جنت کی مٹی بہت ذرخیز ہے، جو تم وہاں بوؤ گے یہاں لگا ہوا باغ پاؤ گے۔وہی آپ کو یہاں ملے گا جو وہاں بوؤ گے۔یہاں کوئی الگ سے چیز نہیں ہے۔وہی ہوگا جو وہاں بوؤ گے۔مٹی بہت ذرخیز ہے اب یہ تو ہمارا کام ہے کہ ہم اب اس میں اپنے لئے کیا بوتے ہیں۔یہ اللہ کی فطرت کا اصول ہے کہ جو بوئیں گے، جو بوتا ہے، وہی کاٹتا ہے۔جو ہم بوئیں گے وہی کاٹیں گے۔وہاں وہی ملے گا۔

☆...... کام کاروبار کوئی نہ کوئی ضرور کرو۔کام کر کے اس کا نتیجہ اللہ کے ذمہ لگاؤ۔یہ نہیں کہ نکمے بیٹھے ہیں کہ اللہ جب دیگا، جو دیگا، بس ٹھیک ہے، بس وہی ہے۔یہ ہم نہیں مانتے۔تو حیدی یہ نہیں مانتے ہر لمحہ کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میں اس آدمی سے بیزار ہوں جو بیٹھے ہوئے نہ دنیا کا کام کرتا ہے نہ آخرت کا کام کرتا ہے۔میں اس آدمی سے بیزار ہوں۔ نکما بیٹھنا اسلام کی فطرت ہی نہیں ہے۔کچھ نہ کچھ کرو۔حرکت کرو۔آتے جاتے کہیں اینٹ مل جائے، اسے ہٹا دیا۔کہیں لکڑی کا ٹکڑا مل گیا اسے اُٹھا کر لے آئے۔کام۔کام۔کام۔کام پہلے، باقی باتیں بعد میں کام شروع کرو۔یہ کیا کہ میرا کام دو تین سال پہلے چلتا تھا، اب نہیں چلتا۔اب کیا ہو گیا؟

☆...... تجارت تو سنت ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نو (۹) حصے رزق تجارت میں ہے۔بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں نے آج کل تجارت کو یہ رنگ دیا ہے کہ یہ آج کل جھوٹ کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔سبحان اللہ۔اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے۔آپ پہلی ضرب اس پر لگائیں۔آپ کام شروع کریں۔سچ سے شروع کریں۔دیانت داری سے شروع کریں۔دیکھیں آپ کا کیا بنتا ہے۔ اللہ کا نام لے کر کام شروع کریں۔یہ کیا ہوا کہ میرا ذریعہ معاش کوئی بھی نہیں ہے۔کیوں نہیں ہے؟ ماشاء اللہ آپ جوان ہیں، (مزاح کا ماحول شروع ہوا) یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ کم عمری میں آپ کو اتنی اولاد دے دی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ہیں تو جوان

بچوں کا کہتے ہیں کہ یہ سعید (ملتان سے مرید سلسلہ) کا فلاں سن کا ماڈل ہے۔ یہ فلاں سن کا ماڈل ہے۔ ہر سال کہتے ہیں کہ اس کا ماڈل آتا ہے۔ چلو ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ زندگی دے، صحت دے، اور آپ کیلئے ان سب کو خوشی کا سماں بنائے۔ نیک کرے اور سب توحیدی سپاہی بنیں۔ آمین!

☆...... کام کریں۔ تجارت میں کچھ نہ کچھ نقصان ہوتا ہے شروع میں لیکن جب جم جاتا ہے تو پھر فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن فائدہ اور نقصان تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر آپ نقصان کا سوچیں تو کام ہی نہ کریں۔ بالکل یہ سوچے بغیر کہ مجھے نفع ہوگا یا نقصان ہوگا، کام شروع کریں، اللہ کا نام لے کے۔ آپ کی قسمت آپ کو ملے گی۔ یہ گارنٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ محنت کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو ضائع کر دے۔ (بھائی نے کہا کہ یہ جو حاسد لوگ ہیں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، میں ان سے ڈرتا ہوں۔ اس پر فرمایا) ان سے کہیں دور نکل جائیں۔ آنا جانا اپنا کہیں لمبا کرلیں۔ ان سے دور جگہ بنالیں اور کہیں کہ یار میں تو تم سے دور بھاگا ہوں خدا کیلئے مجھے معاف کردو۔ ہمیں تو یہی حکم ہے کہ اگر کہیں جاہلوں سے واسطہ پڑے تو ان سے کس طرح کنارہ کرنا ہے۔

☆...... (ایک بھائی نے اپنی مخالفین سے چپقلش کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا) زندگی آپ کی اللہ کے ہاتھ میں ہے، اُن کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے۔ انہوں نے اپنی نیت خراب کی، آپ کیلئے ہے پھر بھی، اگر اور کسی کے لئے ہے پھر بھی۔ آج کل یہ کون سا زمانہ ہے کہ اسلحے لے کے پھرو۔ بابا جی (انصاری صاحبؒ) نے اپنا ایک واقعہ پتا نہیں مجھے کتنی دفعہ سنایا۔ کہتے ہیں چھوٹے ہوتے ہوئے میں ایبٹ آباد گیا۔ میرا نانا وہاں اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ پہلے تحصیلدار تھا پھر اسسٹنٹ کمشنر ہوگیا۔ کہتے ہیں: میں وہاں گیا تو ایک اسلحے کی دکان پر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک خان صاحب آئے اور ان کے ساتھ سارے بندے، جناب کسی نے ادھر بندوق رکھی ہوئی ہے، کسی نے ادھر۔ میں نے دیکھا تو میں نے کہا کہ کیا ہے؟ یہ لوگ کہیں لڑائی کرنے کے لئے جارہے ہیں؟ کہتے ہیں: میں نے کہا کہ خان صاحب! یہ بوجھ کس لئے اٹھا کے رکھا ہوا ہے؟ یہ بوجھ کس لئے اٹھایا ہوا ہے؟ اس نے غور سے مجھے دیکھا اور مجھے جواب نہیں دیا۔ دکاندار سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ فلاں صاحب کے نواسے ہیں۔

اُس نے کہا: اچھا۔ اب سمجھا میں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے بیٹا آپ کو بتاتا ہوں میں۔ اس نے کہا: چلو ہمارے ساتھ۔ میں نے کہا: کہاں؟ کہنے لگے: ہمارے گھر چلتے ہیں۔ میں نے کہا: نہیں۔ کہتا ہے کہ آپ کیسے نہیں جائیں گے۔ اب تو ہم نے کہہ دیا، اب ہم آپ کو لے جائیں گے۔ وہ مجھے اُٹھا کے لے گئے۔ رستے میں بڑی ڈراوُنی جگہ آئی۔ چاروں طرف بڑے بڑے درخت، ایک ندی جس میں پانی کا شور الگ، خوب ہنگامہ تھا۔ وہاں مجھے کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ برخوردار! دیکھو، اگر یہاں آپ کا دشمن آجائے تو اس سے آپ کیسے بچیں گے؟ یہ جو بوجھ اُٹھایا ہوا ہے یہ اس وقت کام آئے گا۔ اس وقت کام آئے گا کہ نہیں۔ کہتے ہیں: مجھے بڑا ڈر لگا۔ پتا چلا کہ یہ لوگ مجھے یہاں اسی لئے لائے ہیں کہ مجھے دکھانا تھا۔ اس کے بعد مجھے اپنے گھر لے گئے۔ سردی کا موسم تھا۔ ایک طرف گرم پانی کا ٹب لاکر رکھا۔ میری ٹانگیں اور منہ ہاتھ دھلوایا۔ وہیں ایک انگیٹھی جلائی۔ میری خوب مالش والش کی۔ میں خوب تر و تازہ ہو گیا۔ اس کے بعد خوب مزیدار کھانے، بھنے ہوئے گوشت وغیرہ لاکر رکھ دیے۔ میں نے کہا کہ یہ کون کھائے گا؟ تو کہنے لگے کہ یہ آپ کھائیں گے۔ یہ جو وزن اُٹھاتے ہیں یہ اس کے بغیر نہیں اُٹھتا۔ باباجی نے مجھے یہ کئی دفعہ سنایا۔ اُنہیں پتا تھا کہ میں اُدھر ان علاقوں کا رہنے والا ہوں۔ جب ہم اکیلے ہوتے تھے تو وہ مجھے یہ بات اکثر سناتے تھے۔

☆...... یہ سلسلہ اللہ کے نام پر ایک اللہ کے بندے نے پوری دل سوزی کے ساتھ قائم کیا۔ اس کو کبھی سیکنڈری پوزیشن (Secondary position) مت دینا۔ جو کچھ دامے، درمے، سخنے آپ سے ہوسکتا ہے حلقے کیلئے ضرور کرنا۔ اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۳ دسمبر ۲۰۲۱ء کی گفتگو سے اقتباسات)

الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ

(یکم مارچ ۱۹۳۰ء-۱۶ اپریل ۲۰۱۶ء)

سید رحمت اللہ شاہ

آپؒ کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔یکم مارچ ۱۹۳۰ء کو اتر پردیس (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ والدگرامی 'محمد رسول' اور والدہ محترمہ کا نام 'سفیعت بی بی' تھا۔آپؒ کا تعلق ایک بڑے خاندان سے تھا۔والدگرامی مشرقی اتر پردیس کے علاقہ 'غازی پور بلیا' کے رہائشی اور ایک بہت بڑے زمیندار تھے جو سخت مزاج تھے اور اختلاف رائے (Difference of opinion) برداشت نہیں کرتے تھے خاندان اگرچہ زمیندار تھا جو کھیتی باڑی بھی کرتا تھا مگر آبائی و خاندانی پیشہ حکمت، حکیم، اور ڈاکٹری تھا آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ میں حاصل کی۔یہاں ایک سکول جنگلی بابا ہائی سکول (J . B High School) کے نام سے تھا جہاں سے میٹرک پاس کیا۔اس علاقے میں ایک فقیر تھے جو 'جنگلی بابا' کے نام سے مشہور تھے۔اس فقیر نے اپنی جمع پونجی سے اس سکول کی عمارت بنوائی، اس لئے اس سکول کا نام فقیر کے نام پر ہے۔آپؒ نے ۱۹۵۰ء میں میٹرک پاس کیا۔

آپؒ کا سارا خاندان بڑے سلجھے ہوئے لوگوں پر مشتمل تھا۔جناب محمد مرتضیٰؒ کے بقول انہوں نے اپنے خاندان میں کسی کو چوری کرتے، لوٹ مار کرتے، یا کسی سے زیادتی کرتے نہیں دیکھا۔تعلیمی لحاظ سے خاندان کا مقام خاصا بلند تھا۔خاندان کے لوگوں میں ڈاکٹر اور انجینئر لوگوں کی کوئی کمی نہ تھی۔خاندان کے افراد مجموعی طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ، شریف النفس اور علاقائی سطح پر معزز لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ہندوستان کے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر سراج کے آپؒ کے خاندان سے گھریلو مراسم تھے۔اسلامیہ ہسپتال کلکتہ آپؒ کے خاندان کے لوگوں نے بنایا۔یہ ہسپتال

ایک بڑی شاہراہ پر واقع ہے جس کا نام 'چترنجن ایوینیو(Chittaranjan Avenue)' ہے۔ کلکتہ میں واقع یہ شاہراہ اس علاقے کی سب سے کشادہ سڑک تھی جو سارے شہر میں گھوم کر تمام علاقہ جات کو آپس میں ملاتی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد بھی آپؒ کا گھرانہ اور خاندان کے دیگر افراد ہندوستان میں ہی آباد رہے۔ تا حال آپؒ کا ایک بہت بڑا خاندان ہندوستان کے اسی علاقے میں آباد ہے۔

جون ۱۹۵۱ء میں شادی ہوئی۔ بیگم رشتہ میں آپؒ کی ماموں زاد تھیں۔

والدین اور بقیہ خاندان انڈیا میں تھا، اس لئے شادی کی تقریبات انڈیا میں ہوئیں۔ آپؒ دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ بھائی کا نام عبدالوہاب تھا جو اپنے بڑے بھائی جناب محمد مرتضٰی تو حیدیؒ کی طرح پاکستان میں رہے۔ عمر میں یہ آپؒ سے چھ (۶) سال چھوٹے تھے۔ انہوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان سے ایم بی بی ایس (MBBS) کیا اور اسی کالج میں میڈیکل کے طلباء و طالبات کو پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں امریکہ ہجرت کی جہاں بطور سرجن (Surgeon) خدمات سرانجام دیں۔

بہن کا نام 'شہزادی' بتایا۔ آپؒ کی اولاد میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام عبداللہ، احسان، محمد علی، اور عرفان احمد ہیں، اور بیٹیوں کے نام انیس فاطمہ اور ہما فاطمہ ہیں۔ ساری اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خوشحال ہے۔ بڑے صاحبزادے عبداللہ اس معلومات کے وقت پاک فضائیہ کے معراج فلائر (Miraj flyer) میں ونگ کمانڈر تھے جو بعد میں بطور ایئر کموڈور ریٹائر ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے احسان نے نشتر میڈیکل کالج ملتان سے ایم بی بی ایس (MBBS) کیا جو ڈاکٹر ہیں۔ چھوٹے دونوں بیٹے محمد علی اور عرفان احمد انجینئر ہیں۔ دونوں بیٹیاں انیس فاطمہ اور ہما فاطمہ بھی ڈاکٹر ہیں۔ ان میں سے ایک بیٹی امریکہ میں ڈاکٹر ہیں۔ آپؒ کی اولاد میں سے کوئی بھی سلسلۂ توحیدیہ میں باقاعدہ شامل نہیں تھا مگر اس کے باوجود آپؒ اپنے بیٹوں کا نام لیتے تو ہر دفعہ ساتھ لفظ 'توحیدی' استعمال کرتے۔ بڑے بیٹے کا نام لیتے تو کہتے عبداللہ توحیدی، دوسرے بیٹے کا نام لیتے تو کہتے احسان توحیدی۔

جناب محمد مرتضٰی صاحب توحیدیؒ نے میٹرک پاس کرنے کے بعد اپنے آبائی علاقے سے

ہجرت کی اور پاکستان آگئے۔ہجرت کے وقت آپؒ کے ساتھ آپ کے ایک چچا زاد بھائی بھی تھے جو دو چار مہینے یہاں رہنے کے بعد واپس اپنے آبائی علاقہ چلے گئے۔ہجرت کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ فضائی افواج میں ملازمت آپؒ کا شوق تھا جس کے لئے پاکستان آئے اور یہاں پاک فضائیہ میں ملازمت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ملازمت کا آغاز ۲۷ مئی ۱۹۵۱ء کو کوہاٹ سے ہوا۔ملازمت کی بنیادی تربیت کوہاٹ میں حاصل کی جہاں پاک فضائیہ کے ایئر بیس (Air base) پر رہائش تھی۔ کوہاٹ سے بنیادی تربیت کے بعد فنی تربیت (Technical training) کے لئے کراچی بھیج دیا گیا۔کراچی میں ۱۰۱ ایم۔یو (101 Maintenance unit) سے فنی تربیت مکمل ہونے پر آپؒ کو ڈھاکہ ایئر فورس (Dhaka Air Base) پر خدمات کے لئے بھیج دیا گیا۔تھوڑا عرصہ ڈھاکہ رہے جہاں سے واپس فوجی تربیت کے لئے کوہاٹ بھیجا گیا۔آپؒ کہتے تھے کہ I was fast in learning. (میں سیکھنے میں تیز تھا)،اس لئے مجھے کوہاٹ میں ہی روک لیا گیا۔کم وبیش دس (۱۰) سال تک کوہاٹ میں ہی خدمات سرانجام دیتے رہے۔کوہاٹ سے ۱۰۱ ایم۔یو (101 Maintenance unit) میں خدمات کے لئے ڈرگ روڈ کراچی بھیج دیا گیا جہاں سے ۲۷ مئی ۱۹۸۱ء کو بطور چیف وارنٹ افسر (Chief Warrant Officer) ریٹائر ہوئے۔آپؒ نے پاکستان کی فضائی افواج میں تیس سال تک خدمات سرانجام دیں۔

دوران ملازمت تین مرتبہ ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۷ء، اور ۱۹۵۹ء میں حج کیا۔عمرہ کی ادائیگی حج کے ساتھ ہی رہی۔علیحدہ سے عمرہ کے لئے نہیں گئے۔۱۹۶۴ء میں تعیناتی لیبیا ہوئی جہاں سوا سال رہے۔ان دنوں ایئر کموڈور (ریٹائرڈ) اعجاز الدین صاحب بھی لیبیا میں تعینات تھے۔یہاں آپؒ ساتھ ساتھ رہے۔ملازمت کے دوران سعودی عرب بھی تعینات ہوئے جہاں سعودی افواج کا ایک تربیتی پروگرام 'Mil Strip' کے نام سے تھا۔آپؒ اکیلے ہی اس پروگرام کے انسٹرکٹر (Instructor) تھے۔اس پروگرام کے دوران تین چار ماہ سعودی افواج کو تربیت دیتے رہے۔ تین چار دفعہ چھوٹے بھائی اور بیٹی سے ملنے امریکہ گئے

ملازمت کے ابتدائی کچھ سال آپؒ کے اہل خانہ بنگال، مشرقی پاکستان اور خود سرکاری کوارٹرز میں رہے۔ ۱۹۶۰ء میں آپؒ کراچی تعیناتی کے دوران بیرک میں رہتے تھے۔ اہل خانہ سے ملنے بنگال جاتے۔ ملازمت کے بعد آپؒ ملتان آباد ہو گئے۔ آپؒ کے بھائی ڈاکٹر عبدالوہاب پہلے سے ہی ملتان میں تھے۔ پانچ سال تک ملتان رہے۔ ملتان شہر کے علاقہ گلگشت کی پیپلز کالونی (People's colony) میں مسجد کے ساتھ ہی گھر تھا۔ ملتان شہر بہت پسند تھا، اسے عقیدت اور محبت کی نظر سے دیکھتے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ملتان کے لوگ جتنی محبت کرنے والے ہیں وہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ملازمت کے بعد تعمیرات کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ اسلام آباد شہر ان دنوں تعمیراتی حوالے سے بہت تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ ملتان قیام کے دوران آپؒ اور آپؒ کے بھائی ڈاکٹر عبدالوہاب نے اسلام آباد میں ساتھ ساتھ پلاٹ خریدے جن کی مالیت اس دور کی مناسبت سے چند سو روپے تھی۔ یہاں آپؒ نے خود تعمیرات کرائیں۔ جب گھر تیار ہو گئے تو آپ اسلام آباد آ گئے۔ اسلام آباد کے جی۔۹ ون سیکٹر کی گلی نمبر ۵۱ میں آپؒ کے گھر کا نمبر ۴۱۶ اور آپ کے بھائی کے گھر کا نمبر ۴۱۷ تھا جو تا حال آپؒ کے ورثاء کی ملکیت و رہائش گاہ ہیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے آپؒ کی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ اپنی بہن رفیعہ بیگم کے ہاں ملنے آئے ہوئے تھے۔ اس ملاقات سے آپؒ کا سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں پریم پریت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مارچ ۱۹۶۰ء میں حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت کی۔ جب بیعت ہوئے تو حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا:

''یہ آ گیا میرا بیٹا۔''

پہلے دن سے ہی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر پورے ذوق شوق سے عمل شروع کیا۔ بیعت ہوئے دو سال ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے آپؒ کو اپنا 'روحانی مجاز' مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری کیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں کہ مجاز بنائے جانے کے بعد مرتضیٰ صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ میں جب بھی اپنے اندر کوئی کمی محسوس

کرتا ہوں تو اس مجاز نامہ کو دیکھ لیتا ہوں، اس سے میں بھر جاتا ہوں۔ کراچی قیام کے دوران آپؒ کو خادم حلقہ بھی بنایا گیا۔ تھوڑے عرصہ ہی خادم حلقہ رہے۔ ۱۹۶۲ء میں آپؒ کراچی میں حلقہ ناتھہ خان گوٹھ کے خادم حلقہ تھے۔ سالانہ کنونشن میں شرکت کے بعد لاہور سے واپس آئے تو عید کے موقع پر آپؒ نے قربانی کرنی تھی۔ ان دنوں ملک بخشیش الٰہیؒ ملیر سٹی میں ندی کے کنارے رہتے تھے۔ وہاں امرودوں کا باغ تھا۔ اس باغ میں قربانی کا جانور ذبح کیا گیا، چاول بنائے گئے، اور کھانا تیار ہوا۔ سب توحیدیوں نے اکٹھے عید منائی۔ نمازظہر کے بعد پانچ چھ لوگ ملک بخشیش الٰہیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

آپؒ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دور میں ان کے روحانی مجاز کے طور پر برگزیدہ لوگوں میں سے تھے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کے دور میں ان سے بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ میں شامل رہے۔ مریدین سلسلہ ہر طرح آپؒ کی عزت و تکریم کرتے رہے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خان کی بیگم نور جہاں نے آپؒ کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا، نفرت پیدا کرنے کے لئے آپؒ کے بارے میں لوگوں سے کہا گیا کہ یہ مرزئی ہے۔ آپؒ نے کبھی ان بے بنیاد الزامات کا جواب نہ دیا اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ رہے بدقسمتی سے عبدالستار خانؒ کے اہل خانہ ہر اس فرد کے خلاف تھے جسے وہ کسی قدر مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بااثر خیال کرتے تھے۔ کچھ لوگ آستانہ عالیہ توحیدیہ پر خود سے ناروا سلوک کی بنیاد پر عبدالستار خانؒ کے خلاف ہو گئے۔ کئی مریدین سلسلہ ایسے بھی تھے جنہوں نے جناب عبدالستار خانؒ کو شیخ سلسلہ تسلیم کرنے سے انکار کیا اور آستانہ عالیہ توحیدیہ سے علیحدہ رہے۔ ان میں سے قاضی غیور احمد انصاریؒ کے بارے میں الحاج محمد مرتضٰی توحیدیؒ فرماتے تھے کہ وہ خود خلیفہ بننا چاہتے تھے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کی وفات کے بعد جب ان کے اہل خانہ کے باہمی گٹھ جوڑ سے ایک متنازعہ و بے بنیاد وصیت کی آڑ میں ان کے داماد غلام رسول شاہد نے اپنے جانشین و روحانی پیشوا ہونے کا اعلان کیا تو سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں کافی انتشار پیدا ہوا۔ ایسے وقت میں سب کی نظریں انہیں لوگوں پر تھیں جو بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم

انصاریؒ کے مجاز اور مریدین سلسلہ میں اپنا اثر رکھتے تھے۔آپؒ نے حالات کے تقاضوں کے عین مطابق کوشش کی کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں انتشار ختم کیا جائے۔اس مقصد کے لئے آپؒ ایک مرتبہ اسلام آباد سے گوجرانوالہ آ کر جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کو ساتھ لے جا کر آستانہ عالیہ توحیدیہ میں غلام رسول شاہد سے ملے۔اس ملاقات میں دونوں گرامی قدر شخصیات نے غلام رسول شاہد پر واضح کیا کہ وہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کا داماد، قریبی عزیز اور گھر کا فرد ہے۔ وہ کسی طرح بھی طریقت توحیدیہ میں بیان کردہ ضابطہ اور حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی رجسٹرڈ (Registered) وصیت کے مطابق شیخ سلسلہ بننے کا اہل نہ ہے۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں روحانی پیشوا کا منصب کوئی وراثتی گدی نہیں ہے۔اس سلسلے میں طویل مکالمہ ہوا:

غلام رسول شاہد نے کہا: .You are my father (آپ میرے باپ ہیں۔)، میں کیا کرسکتا ہوں۔ مجھے بس بنا دیا ہے۔یہ حلقہ چلا نا تو آپ نے ہے۔اسے بتایا گیا کہ تم شیخ سلسلہ بن ہی نہیں سکتے کیونکہ تم قریبی رشتہ دار ہو۔اُس نے جواب دیا کہ کتاب 'طریقت توحیدیہ' میں جہاں باقی رشتے لکھے گئے ہیں وہاں داماد نہیں لکھا ہوا، اس لئے داماد شیخ سلسلہ بن سکتا ہے۔طریقت توحیدیہ اندر سے منگوائی گئی۔الحاج محمد مرتضٰی توحیدیؒ اور جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ نے غلام رسول شاہد کو دکھایا کہ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ کوئی شیخ سلسلہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار مثلاً بیٹے، بھتیجے، بھانجے، یا پوتے، نواسے وغیرہ کو اپنا جانشین نہیں بنا سکتا۔اسے مزید کہا کہ آج تم بن گئے ہو، کل تم اپنے بیٹے کو بنا دو گے، اس طرح تو یہ سلسلہ وراثتی گدی بن جائے گا۔'طریقت توحیدیہ' سلسلہ کا دستور ہے، اس میں بیان کردہ ضابطے کے خلاف کوئی فیصلہ بھی قابل عمل نہیں ہے۔غلام رسول شاہد نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اپنے بیٹے کو نہیں بناؤں گا، میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں۔اس نے مزید کہا کہ 'طریقت توحیدیہ' بس ہدایت نامہ ہے، اس پر عمل ضروری نہیں۔اس پر پہلے بھی عمل نہیں ہوتا رہا۔اس سے پوچھا گیا کہ کیسے نہیں ہوتا رہا؟ شاہد نے جواب دیا کہ جیسے لکھا ہوا ہے کہ حلقہ ذکر ختم ہونے پر توجہ کے بعد بتی روشن کردی جائے، ختم شریف اور دعا کی جائے۔انصاری صاحبؒ کے دور میں بھی کوئی بتی روشن نہیں کرتا تھا

شاہد کو بتایا گیا کہ یہ کوئی ایسا اصول نہیں ہے جس سے سلسلہ کی تعلیم پر کچھ فرق آتا ہو۔ پھر بھی اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ ضروری ہے تو اسے بتی روشن کرلینی چاہیئے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کی وفات کے بعد ان کا داماد غلام رسول شاہد اپنی ساس بیگم نور جہاں اور اپنی بیوی ام کلثوم کے ساتھ سازباز و گٹھ جوڑ سے شیخ سلسلہ کے منصب کا دعویدار بنا۔ اس کا مقصد دراصل آستانہ عالیہ توحیدیہ ۹۲۔ جی ماڈل ٹاؤن لاہور پر خاندانی قبضہ و تسلط برقرار رکھنا تھا۔ الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ اور جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے سمجھانے کا اس پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔

انتشار کے اس دور میں مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا ایک آل پاکستان اجتماع مورخہ ۲۵/۲۶ اپریل ۱۹۹۱ء کو گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ اس میں پاکستان کے تمام حلقہ جات سے بھرپور نمائندگی ہوئی۔ اس اجتماع کا مقصد صورتحال کا جائزہ لینا اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل کا تعین تھا۔ اس موقع پر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے اعلان کردہ مجازین قبلہ محمد صدیق ڈار، چوہدری غلام قادر، الحاج محمد مرتضیٰ اور راجہ علی اکبر موجود تھے۔ عابد علی کراچی سے اور شیخ علی اصغر شیخوپورہ سے خود تو نہ آسکے مگر انہوں نے ہونے والے فیصلے کو تسلیم کرنے کا پورا اعتماد دیا۔ اس اجتماع میں حاضر مریدین سلسلہ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے اعلان کردہ مذکورہ مجازین کرام کو اپنی الگ میٹنگ میں طریقت توحیدیہ میں درج ضابطہ کے مطابق شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے انتخاب پر آمادہ کیا۔ الگ میٹنگ ہوئی جس میں شیخ سلسلہ کے منصب کے لئے جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ اور الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ کے ناموں کی تجاویز سامنے آئیں۔ باہمی طور پر کسی نے بھی راجہ علی اکبرؒ یا چوہدری غلام قادر توحیدی کا نام شیخ سلسلہ کے منصب کے لئے پیش نہ کیا۔ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ نے الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ کا نام تجویز کیا جبکہ الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ نے جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے نام کی تجویز دی۔ الحاج محمد مرتضیٰ توحیدیؒ نے اس میٹنگ میں اپنی طرف سے مجبوریاں بیان کیں اور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب پر آنے سے معذرت کرتے ہوئے اس تجویز کو سامنے رکھا کہ جناب محمد صدیق

ڈارتو حیدیؒ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور زیادہ اہلیت کے حامل ہیں لہذا انہی کے نام پر اتفاق کر لینا چاہئے۔اس رائے کو تمام مجازین نے تسلیم کیا۔مجازین کرام کی اس میٹنگ میں یہی فیصلہ ہوا کہ جناب محمد صدیق ڈارتو حیدیؒ سب کی طرف سے متفقہ طور پر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ ہیں۔میٹنگ ختم ہوئی، جناب چوہدری غلام قادر توحیدی نے باہر آ کر مجازین کے فیصلہ کا اعلان کیا اور سب کو بیعت کرنے کا کہا۔حاضرین اجتماع نے فیصلہ کو قبول کیا اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک نئے دور میں داخل ہوا۔یہ دور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا دور ہے۔

آستانہ عالیہ توحیدیہ ۹۲۔جی ماڈل ٹاؤن لاہور پر جناب عبدالستار خانؒ کے اہل خانہ کے ناجائز قبضہ کے بارے میں آپؒ فرماتے تھے کہ اگر سارے بھائی ساتھ رہتے،آستانہ عالیہ توحیدیہ پر آتے جاتے تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔الحاج محمد مرتضٰی توحیدیؒ اپنی ساری بقیہ زندگی سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں جناب محمد صدیق ڈارتو حیدیؒ کے مرید کی حیثیت سے ہر طرح فعال رہے۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈارتو حیدیؒ نے اپنی زندگی میں جن شخصیات کو اپنا مجاز مقرر کر کے انہیں تحریری پروانہ جاری کیا ان میں الحاج محمد مرتضٰی توحیدیؒ کا نام سرفہرست ہے۔

زندگی کے آخری ماہ و سال ضعف عمری کی وجہ سے آپؒ کو قریبی یادداشت کی کمزوری (Short memory loss) کا مسئلہ رہا جس کی وجہ سے خدمت میں کسی نہ کسی فرد کو قریب رہنا پڑتا تھا۔اس مرض میں خدشہ رہتا تھا کہ آپؒ نماز یا چہل قدمی کے پرانے معمول اور شوق میں گھر سے نکل کر واپسی کا راستہ نہ بھول جائیں۔

آپؒ کی وفات کی اطلاع ۱۶ اپریل ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ مرکز تعمیر ملت پر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب توحیدی مدظلہ کو ملی۔اس خبر کے ساتھ جو حالات معلوم ہوئے ان کے مطابق آپؒ ناشتہ کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے بستر سے کھڑے ہوئے کہ دوبارہ بستر پر بیٹھ گئے موت کا مقرر وقت آ گیا تھا اور آپؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن

جاری تھا۔ سٹیج سے آپؒ کی وفات کی اطلاع دی گئی۔ سالانہ کنونشن میں شریک کچھ بھائی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے اسلام آباد روانہ ہوئے جبکہ بقیہ مریدین سلسلہ نے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب توحیدیؒ کے ساتھ نماز مغرب کے بعد مرکز تعمیر ملت پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ سالانہ کنونشن کے اختتام اور مہمان مریدین سلسلہ کو رخصت کرنے کے بعد شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی اپنے دو چار مریدین کے ہمراہ اسلام آباد روانہ ہوئے، جناب الحاج محمد مرتضٰی توحیدیؒ کے اہل خانہ اور دیگر احباب سے تعزیت کی اور رات واپس مرکز تعمیر ملت آ گئے۔

الحاج محمد مرتضٰی توحیدیؒ کا مزاج ایک ہمیشہ متحرک رہنے والے انسان کا تھا۔ سستی اور کاہلی سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ دیکھنے والوں نے ہمیشہ آپؒ کو چاک و چوبند اور پہلوانوں کی طرح توانائی سے بھرپور دیکھا۔ آپؒ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ فرماتے تھے کہ میں نے کافی تفاسیر پڑھی ہیں۔ آپؒ فرماتے تھے: 'اللہ اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت کرتا ہے، بس مخلوق اس قابل ہو۔' انسانی خدمت کے بارے میں فرماتے تھے: 'انسان کی خدمت سے جو چیزیں ملتی ہیں وہ وہی جانتا ہے، کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔' سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تصوف کی تعلیمات کے بارے میں فرمایا: 'یہی راستہ بتایا ہے کہ کدھر جانا ہے، کدھر نہیں جانا۔'

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی مدظلہٗ نے آپؒ کے ساتھ اپنے گزرے وقت کی بات کرتے ہوئے فرمایا: ''الحاج مرتضٰی صاحب نے مجھے کہا تھا کہ بھائی جان ایک وقت ہوگا کہ میں ہوں گا اور آپ ہوں گے، اور کوئی نہیں ہوگا۔ آپ بھی لکھ پتی بن جائیں گے۔ آپؒ کی یہ دونوں باتیں بالکل ٹھیک ثابت ہوئیں۔ اس وقت جو ہمارے ساتھ تھے، ان میں سے بھی ان کی زندگی میں کوئی نہیں رہا۔ دونوں باتیں بالکل سچ ثابت ہوئیں۔''

گفتگو کے دوران راقم الحروف نے آپؒ سے پوچھا کہ یہ جو دیدار ذات باری تعالیٰ کی بات ہے یہ دیدار آپؒ کو ہوا ہے؟ فرمانے لگے: ہاں ہوا ہے۔ دریافت کیا کہ کتنی دیر میں ہوا ہے؟ فرمانے لگے کہ یہی کوئی ڈھائی سال میں۔ مزید پوچھا کہ ایک ہی بار ہوا یا دوبارہ بھی ہوا۔ فرمانے لگے

دوبارہ بھی ہوا۔ پوچھا گیا کہ پھر کتنی دیر لگی؟ فرمانے لگے: یہی کوئی ڈھائی مہینے۔ دوبارہ پوچھا کہ اس کے بعد بھی ہوا؟ اس پر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جب ایک بار ہو جائے تو پھر ہوتا رہتا ہے۔

دوسری دینی جماعتوں کے حوالے سے بات چلی تو فرمایا: ہر جگہ بہت اچھے اچھے لوگ ہیں بڑے اچھے کام کر رہے ہیں مگر یہ جو توحید والی بات ہے، جیسی ہمارے ہاں ہے یہ کسی کے پاس نہیں۔ ہم اللہ کو بہت قریب سے دیکھتے ہیں، دوسری جتنی جماعتیں ہیں، جتنی بھی جماعتیں ہیں، ان میں اللہ کی بات ایسے نہیں ہے۔ سارے بس ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ یہ جو تبلیغی جماعت ہے، آپ یقین کریں اس میں بھی بہت بڑے بڑے لوگ ہیں۔ ایسے ایسے لوگ ہیں کہ میں کیا بتاؤں۔ ایک تو انہیں اپنا پتا نہیں ہے اور دوسرا ان میں کوئی یقین والی بات ہی نہیں ہے۔ انہیں اپنی بات پر یقین بالکل نہیں ہے۔ ان میں ایسے ایسے لوگ ہیں کہ اگر وہ ایک بات یقین سے کہہ دیں تو ویسے ہی ہو جائے گا مگر ان میں یقین کی کمی ہے۔ یقین محکم بہت بڑی طاقت ہے۔ یہ بات کرتے ہیں، دعا بھی کرتے ہیں مگر انہیں یقین نہیں ہوتا کہ یہ بات ویسے ہو جائے گی۔ ساری بات اللہ پر لا کر پوری بے یقینی سے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ توکل نہیں ہے، یہ بے یقینی ہے۔ بات اللہ پر چھوڑتے ہیں اور دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ پتا نہیں یہ ہوگا بھی کہ نہیں۔ یہ جو اقبالؒ نے کہا ہے:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اقبالؒ نے یہ بہت بڑی بات کہہ دی ہے۔ ان میں یقین محکم سب سے پہلی بات ہے۔

آپؒ نماز با جماعت کو ہمیشہ ترجیح دیتے۔ اسلام آباد میں آپؒ کی رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک بڑی مسجد تھی۔ سڑک کے ساتھ پیدل راستوں سے جاتے تو تھوڑا فاصلہ زیادہ تھا۔ سڑک عبور کر کے ایک بڑا میدان تھا۔ اگر اس میدان کے اندر سے جاتے تو دوسری طرف مسجد تھی۔ آپؒ چکر کاٹ کر مسجد جانے کی بجائے اس میدان سے گزر جاتے۔ معلوم ہوا کہ الحاج محمد مرتضیٰ صاحب کو سڑک پر ایک کار نے ٹکر مار دی ہے اور انہیں چوٹیں آئی ہیں۔ وقت گزر گیا۔ اس کے بعد ملاقات ہوئی

تو حال پوچھا۔ بڑے مزے سے ہنستے مسکراتے حال سنایا۔ کہتے ہیں: میں بس لُفی میں چل رہا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں رہا کہ سڑک پر آ گیا ہوں اور یہاں ٹریفک ہے۔ میں اپنی لُفی کی حالت میں سڑک پر چل رہا تھا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کار آ رہی ہے۔ یہ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ میں سڑک کے درمیان میں تھا تو کار نے مجھے ٹکر ماری اور ہوا میں کوئی پانچ چھ فٹ اچھال دیا۔ جب میں نیچے گرا تو پہلے زمین پر میرا سر لگا۔ میری وہ جو لُفی کی کیفیت تھی وہ اس وقت ٹوٹی جب میں زمین سے کوئی ڈیڑھ یا دو فٹ اوپر تھا۔ زمین پر گرا تو میرے سر میں کچھ اور ماتھے پر کوئی شیشے کا ٹکڑا لگنے سے چوٹیں آئیں۔ میرے جسم پر کار کی ٹکر سے کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی چوٹ آئی۔ ڈاکٹر بھی اس بات پر حیران تھے کہ سارا جسم صحیح سلامت تھا، اس پر کوئی زخم یا خراش تک نہیں تھی۔ اصل چوٹ تو میرے جسم پر کار کی ٹکر سے ہوتی مگر ایسا نہیں ہوا۔ میں اس وقت لُفی میں تھا۔ چوٹ مجھے اس وقت آئی جب میری لُفی ٹوٹی۔

ایک ولی اللہ سے بالمشافہ ملاقات کبھی پریم کی صورت تو کبھی سوز سے بھرپور، کبھی مسکراہٹیں تو کبھی آنسوؤں کی جھڑی۔ ان سب کا اپنا ہی سرور تھا۔ اس حسین ملاقات میں جناب الحاج محمد مرتضٰی تو حیدیؒ کو یہ شعر گنگناتے سنا:

تیرے سامنے بیٹھ کے رووّاں ۔ تے دکھ تینوں نئیں دسناں

الحاج محمد مرتضٰی صاحبؒ آج ہم میں نہیں ہیں مگر سالوں بعد آج بھی دل چاہتا ہے کہ کوئی نہ کوئی آئے، اپنی نسبت الحاج محمد مرتضٰی صاحبؒ سے بتائے، اوران حسین یادوں کو مہکائے جو ہمارے دلوں میں ہیں۔ بلا مبالغہ الحاج محمد مرتضٰی صاحب تو حیدیؒ ہمارے دلوں میں حسین یادوں کی صورت زندہ ہیں۔ مریدین سلسلہ عالیہ تو حیدیہ کی طرف سے بزرگان سلسلہ تو حیدیہ کے لئے ہونے والی دعاؤں میں شامل ہیں۔ جب تک یہ سلسلہ تو حیدیہ قائم ہے تب تک دعاؤں میں شامل رہیں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی ہمارے بزرگ اور رہبر بھائی الحاج محمد مرتضٰی تو حیدیؒ کے درجات بلند فرمائے اور انہیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

میں نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے کیا پایا؟

(سید عابد کبیر شاہ)

میرا نام عابد کبیر شاہ ہے۔میرا تعلق موضع لسوڑی، تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان میں آباد 'سادات بخاری' خاندان سے ہے۔محکمہ تعلیم میں بطور ماہر مضمون (Subject specialist) خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔حکومت پاکستان نے دینی مدارس کی نگرانی وسرپرستی شروع کی تو محکمہ تعلیم سے افسران کو ان مدرسہ جات کے حوالے سے خدمات پر مامور کیا۔اسی سلسلہ میں گزشتہ تین سال سے ایک مقامی دینی مدرسہ کا منتظم (Administrator) مقرر ہوں۔ پیشہ ورانہ دیگر سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتا ہوں۔ ۲۰۱۲ء میں ضلع ملتان میں سینئر سٹاف (گریڈ ۱۷ تا گریڈ ۲۰) کے انتخابات ہوئے جن میں بلا مقابلہ جنرل سیکرٹری منتخب ہوا، تا حال اسی حیثیت میں خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔اسی ماہ (دسمبر ۲۰۲۲ء) میں دوبارہ انتخابات ہیں جن میں صدر یا سیکرٹری کے لئے امیدوار ہوں۔

ہمارے گھرانہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف میرے بڑے بھائی سید عاشق حسنین مرتضٰی کے ذریعے پہنچا۔ بھائی جان سید عاشق حسنین مرتضٰی بانی ٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ میں شامل تھے۔انصاری صاحبؒ کے دور سے لسوڑی میں باقاعدہ حلقہ ذکر قائم تھا۔ بھائی جان عاشق حسنین مرتضٰی یہاں خادم حلقہ تھے جو ہمیں ذکر کا طریقہ سکھاتے تھے۔عطاءاللہ شاہ صاحب کے بڑے بھائی شہاب الدین شاہ اور خادم حسین شاہ بھی لسوڑی کے حلقہ میں آتے تھے۔میری عمر اس وقت کوئی پانچ (۵) یا چھ (۶) سال تھی۔بڑوں کے ساتھ ہم بچے بھی ذکر میں بیٹھ جاتے تھے۔

کسی روحانی سلسلہ میں میری پہلی بیعت مولانا فضل علی قریشیؒ مسکین پوری کے نواسے کلیم اللہ شاہؒ کے ہاتھ پر تھی۔ میرے نانا سید کرم حسین شاہ اور مولانا عبداللہ بہلوی مولانا فضل علی قریشیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ کلیم اللہ شاہؒ مسجد میں بیٹھ کر ہر آنے والے کو بیعت کر رہے تھے۔ میں بھی بیعت ہوگیا۔ اس کے بعد دوبارہ مولانا کلیم اللہ شاہؒ سے کبھی ملاقات یا رابطہ نہ ہوا۔ اس بیعت کا بھائی جان عاشق حسنین شاہ کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ بیعت با مقصد ہوتی ہے۔ ایسے ہی بغیر کسی مقصد کے کسی سے بیعت نہیں ہونا چاہئے۔ ۱۹۸۸ء میں انصاری صاحبؒ کی کتب 'تعمیر ملت' اور 'طریقت توحیدیہ' پڑھیں۔ ان دنوں حلقہ ذکر ہمارے گھر سے کوئی دو تین کلومیٹر دور ریٹائرڈ تحصیلدار تاج محمد شاہ کے کنوئیں 'چاہ وگڑ والہ' پر ہوتا تھا۔ حاجی غلام قادر صاحب ملتانی خادم حلقہ تھے۔ میں نے یہاں حلقہ پر جانا اور روزانہ کا ذکر نفی اثبات شروع کیا۔ دو چار مہینے طالب رہا، ۱۹۸۹ء میں آستانہ عالیہ توحیدیہ لاہور سالانہ اجتماع پر گئے تو میں عبدالستار خانؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔ تھوڑے عرصے بعد مجھے عبدالستار خانؒ نے خادم حلقہ بنا دیا۔ میں کافی دیر لسوڑی میں خادم حلقہ رہا۔ اس دور میں جو بھائی سلسلہ میں شامل ہوئے ان میں بہار شاہ، جاوید عالم شاہ اور اشفاق حسنین شاہ بھی تھے۔

جب عبدالستار خان صاحبؒ کو بیماری کا آخری Attack (حملہ) ہوا تو ہم اس وقت آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ان کی محفل میں موجود تھے۔ وہ گرنے لگے تو ہم نے انہیں سہارا دیا۔ انہیں اندر لے جایا گیا، اس کے بعد اہل خانہ نے قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ سے ملاقاتیں بند کر دیں۔ ان کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے داماد کو شیخ سلسلہ بنا دیا ہے جو مریدین سلسلہ سے بیعت لے رہا ہے۔ عبدالستار خان صاحبؒ کی وفات کے بعد یہ چہلم کی تقریب تھی جس میں ہم بھی گئے۔ کچھ لوگ بیعت ہو رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر میں بھی بیعت ہوگیا مگر دل میں خلش تھی کہ سلسلہ کے دستور کے مطابق قریبی عزیز جانشین نہیں بن سکتا۔ بعد میں قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کی طرف سے ایک وصیت بھی سامنے آئی۔ ہم آستانہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ تھے۔ پورے پاکستان سے مریدین سلسلہ کا ایک اجتماع ماسٹر کلیم اللہ صاحب کی آئل مل پر گوجرانوالہ میں ہوا۔ اس میں مجازین

سلسلہ نے قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو شیخ سلسلہ منتخب کر لیا۔اس اجلاس کی روداد تمام حلقہ جات کو بھیجی گئی۔ بھائی جان سید عاشق حسنین شاہ نے جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی بیعت کر لی۔

اگر چہ عبدالستار خان صاحب کے داماد شاہد کی خلافت وراثتی تھی مگر میں ابھی تک اسی کی بیعت پر تھا۔ہمیں آستانہ عالیہ توحیدیہ سے یہ کہا گیا تھا کہ کچھ لوگ دشمنان حلقہ ہیں جو حلقہ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔آپ نے ان سے کوئی بات نہیں کرنی ۔ بھائی جان عاشق حسنین شاہ نے مجھ سے بات کی تو میں نہیں مانتا تھا۔ بھائی جان نے اماں جی کو بتایا کہ یہ میری بات نہیں مانتا۔اماں جی نے مجھے کہا کہ تمہارا بھائی ۶۰۔۱۹۶۱ء سے اس سلسلہ میں بیعت ہے وہ تم سے زیادہ جانتا ہے،تم اس کی بات مان لو۔ میں نے اماں جی کی بات مان لی۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے ۱۹۹۲ء میں لسوڑی کا دورہ کیا۔آپؒ کے ساتھ راجہ خضر حیات صاحبؒ،ایس پی ریٹائرڈ محمد افضل چیمہ صاحبؒ،اور محمد شفیق خان صاحبؒ بھی تھے۔اس دورہ پر میں نے قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔آستانہ عالیہ توحیدیہ سے مجھے ۲۰۰۵ء تک کئی خطوط اور دعوت نامے آتے رہے مگر میرا استان سے الگ تھا، میں ان سے سب تعلق ختم کر چکا تھا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے مجھے اپریل ۲۰۱۲ء کے سالانہ کنونشن پر مجاز بنائے جانے کا اعلان کیا مگر مجھے اس کا سرٹیفکیٹ موصول نہیں ہوا اور آپؒ کا انتقال ہو گیا۔میرے مجاز بنائے جانے کی اطلاع مجلّہ فلاح آدمیت میں شائع ہوئی۔میں قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا آخری مجاز ہوں۔ ۷ جولائی ۲۰۱۲ء کو قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے وصال اور تدفین کے بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔قبلہ محمد یعقوب خان صاحب نے اپنی طرف سے مجاز نامے جاری کیے تو مجھے ان کی طرف سے مجاز بنائے جانے کا تحریری پروانہ موصول ہوا۔

میں نے شروع میں بہت زیادہ ذکر کیا۔بڑا جوش وخروش تھا۔کوشش ہوتی تھی کہ پانچ ہزار (۵۰۰۰) دفعہ نفی اثبات روزانہ کروں ۔یہ ذکر جلدی جلدی کرتا تھا جس میں ایک گھنٹہ سے کچھ کم یا زیادہ وقت لگتا تھا۔رات کو مغرب کے بعد ذکر کیلئے بیٹھتا تو عشاء پڑھ کر اٹھتا کبھی عشاء کے بعد بیٹھتا

تو دیر تک ذکر کرتا رہتا۔دیہات میں رہتے تھے،دیہاتی ماحول تھا اس لئے جو کر رہا تھا کرتا رہا۔ذکر اذکار میں کسی قسم کی گھریلو یا خاندانی رکاوٹ کا سامنا نہیں تھا۔شروع میں کافی عرصہ تک ایک ہی وقت اور ایک ہی مقرر جگہ پر بیٹھ کر ذکر کرتا رہا۔شروع کے جو آٹھ (۸)، دس (۱۰) سال تھے ان میں ٹھیک ٹھاک ذکر کیا۔ کسی ایک دن کا بھی ذکر میں کوئی ناغہ نہیں ہوا۔اب بھی ذکر نفی اثبات میں کبھی ناغہ نہیں کرتا۔بھائی جان عاشق حسنین مرتضٰی شاہ نے ایک اور ذکر بھی بتایا جسے میں کرتا رہا۔یہ ذکر انہوں نے اپنے کراچی قیام کے دوران شاید پرانے پیر بھائیوں سے سیکھا تھا۔یہ 'اللہ'،'اللہ' کا ذکر تھا۔اس ذکر میں سینے کے دائیں اور بائیں طرف لفظ 'اللہ' کی ضرب لگاتے تھے۔اس کے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں ہے جو میں نے کیا ہو۔

سلسلۂ توحیدیہ سے وابستگی کی وجہ سے میری زندگی میں بہت سی خیر و برکات ہیں۔اگر میں سلسلۂ توحیدیہ میں شامل نہ ہوتا تو زندگی پھر بھی کہیں گزر رہی ہوتی۔اس سلسلہ میں شامل ہو کر یہ دیکھا ہے کہ اللہ اپنے بندے کو کسی سے پیچھے نہیں رکھتا۔روحانی ترقی تو ہے ہی، دنیاوی ترقی بھی ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔اللہ اپنے بندے کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔میرا دیہاتی ماحول تھا۔تعلیمی استعداد کوئی اتنی اچھی نہیں تھی۔ایف اے میں پانچ (۵) مرتبہ فیل ہوا۔اس کے بعد کہیں پاس ہوا۔ بی۔اے میں بھی کوئی مضمون رہ جاتا۔آخر As a whole (مکمل طور پر فیل) ہو گیا۔اس کے بعد کہیں جا کر پاس ہوا۔قبلہ ڈار صاحبؒ سے دعا کا کہتا، وہ دعا بھی کرتے مگر فیل ہو جاتا۔قبلہ ڈار صاحبؒ نے کئی لوگوں کا کہا کہ ان کے لئے دعا کرتا ہوں تو وہ پاس ہو جاتے ہیں، کسی کی پسند یا ناپسند سے کچھ نہیں ہوتا، سب اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔میرے ساتھ کے دوسرے لوگ جو مجھ سے بہت آگے تھے، آج میں جہاں ہوں، ان میں سے اکثریت مجھ سے بہت پیچھے ہے۔کئی اساتذہ ہیں جو میرے زیرِ تربیت آئے۔میں نے انہیں بطور Master trainer تربیت دی۔ Subject specialist (ماہر مضمون) بنا کر اللہ نے مجھے باقی کئی لوگوں سے اوپر کر دیا۔

روحانی حوالے سے بہت سی چیزیں ہیں جو سلسلۂ توحیدیہ میں شمولیت کی وجہ سے ہیں۔ کئی عمومی روحانی علامات ہیں جو میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔کئی تبدیلیاں اپنے اندر نظر آتی ہیں

ایک تبدیلی یہ آئی ہے کہ گناہ سے دل اٹھ جاتا ہے۔ اللہ بچاتا ہے۔ کوئی نہ کوئی رکاوٹ آجاتی ہے جس کی وجہ سے بندہ گناہ سے بچ جاتا ہے۔ دل میں سکون رہتا ہے۔ اللہ کی یاد تازہ رہتی ہے۔ مزہ آتا ہے۔ بعض دفعہ کوئی بندہ سامنے آئے تو اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس کے دل ودماغ میں کیا ہے۔ یہ اندر جھانکنے والی بات نہیں ہے۔ بعض باتیں خود سامنے آجاتی ہیں، دوسرے کو بتا کر شرمندہ نہیں کیا جاسکتا۔ توجہ دینے سے تبدیلی کے کئی تجربے ہوئے۔ کئی حالات سوچ کے مطابق نظر آجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر پیاس لگی ہے اور پانی پینے کو دل چاہ رہا ہے تو کوئی نہ کوئی بچہ پانی پیش کردے گا۔ بعض دفعہ جو سوچا اس کے اثرات ساتھ والوں پر نظر آنے لگتے ہیں۔

دیگر جو روحانی تجربات میں دیکھنے والی باتیں ہیں، وہ بھی کئی ہیں۔ پہلے بہت زیادہ تسلسل سے مشاہدات ہوتے رہے۔ میں نے ایک ڈائری بنائی اور اس ڈائری میں انہیں لکھنا شروع کردیا کچھ عرصہ تک باتیں لکھتا رہا بعد میں چھوڑ دیا۔ یہ ڈائری ولایت شاہ (بھائی) کے پاس ہے۔ اس راہ میں کئی عجیب وغریب اور دلچسپ باتیں سامنے آتی ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں ان کا بیان منع ہے اس لئے کوئی ان باتوں کو بیان نہیں کرتا۔ ان باتوں کے بیان کو ویسے بھی ہمارے ہاں پسند نہیں کیا جاتا۔ آپ کی دلچسپی کے لئے ایک دو باتیں لکھ دیتا ہوں۔

شروع شروع میں حلقۂ ذکر پر گھر سے دو تین کلومیٹر دور چاہ وگڑ والہ جانا ہوتا تھا۔ حلقۂ ذکر سے واپسی پر پیدل گھر آتے دیہات کے ویرانے اور اندھیری رات کا خیال آتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جب میں نے حلقۂ ذکر کے بعد گھر واپسی کی راہ لی تو میرے ارد گرد ایک روشنی کا دائرہ بنا جو میرے ساتھ چلتا رہا اور میرے گھر پہنچنے پر وہ ختم ہوگیا۔

ایک مرتبہ اعتکاف بیٹھا تھا۔ ۲۵ کی رات تھی۔ میں نے دیکھا کہ مغرب کی طرف سے ایک روشنی نکلی جو آگے آگے چل کر پورے آسمان پر پھیل گئی۔ میں نے اس کا تذکرہ قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ سے کیا تو انہوں نے نصیحت کی: ایک تو جو دیکھو، کبھی اس سے ڈرو نہیں۔ دوسرا کسی کو یہ نہ بتاؤ اللہ نے آپ کو دکھایا ہے کہ آپ صحیح سمت میں چل رہے ہیں۔ اس لئے منع کر رہا ہوں کہ لوگ حسد

کرتے ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر میں اتنی ترقی۔ اس کا بعد میں نقصان ہوتا ہے۔کئی سعادتیں میسر آئیں۔ حضورﷺ کا دیدار تین دفعہ ہوا۔ان ملاقاتوں کی تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں۔ایک ملاقات کا ذکر جب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ سے کیا تو آپؒ نے فرمایا: شیطان خواب میں حضورﷺ کی صورت نہیں آسکتا۔آپﷺ نے خواب میں جو فرمایا ہے اس کا ظہور ضرور ہوگا۔حضرت فاطمۃ الزہرۃؓ سے ملاقات ہوئی۔آپؓ کی طرف سے ذکر کلمہ طیبہ اور درود شریف زیادہ پڑھنے کے حوالے سے ہدایات ملیں بانئ سلسلہ حضرت انصاری صاحبؒ سے ملاقات ہوئی جس میں آپؒ نے فرمایا کہ سیارے چودہ (۱۴) ہیں،ان میں اتنے اتنے نوری سال کا فاصلہ ہے۔بعض دفعہ خانہ کعبہ کی زیارت ہو جاتی ہے۔ قائد اعظمؒ سے بھی ملاقات ہوئی۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بھی کئی مواقع ایسے میسر آئے جنہیں میں اپنے لئے خاص سمجھتا ہوں۔ ہمارے دوسرے پیر بھائیوں کو بھی یقیناً ان سے ملتے جلتے مواقع ملے ہونگے۔مجھے جو خاص ایسی باتیں میسر آئیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

میں ۱۹۹۳ء سے سالانہ کنونشن میں شریک ہو رہا ہوں۔تب سے ہمیشہ مجھے سالانہ کنونشن پر حلقہ ذکر میں ذکر کرانے،ختم شریف پڑھنے،یا دعا کرانے کی سعادت مل رہی ہے۔ہمیشہ سے ایک دن ذکر الحاج محمد مرتضیٰ صاحب کراتے تو ایک دن میں کراتا۔کسی دن الحاج محمد مرتضیٰ صاحبؒ اگر ذکر کراتے تو میں ختم پڑھتا۔یہ سلسلہ اب تک چل رہا ہے۔

ایک کنونشن نوشہرہ ورکاں میں (۱۹۹۶ء میں) ہوا۔اس کنونشن کے موقع پر عدالتی پیشی کی وجہ سے میں دوسرے دن اجتماع گاہ پہنچا۔میں جہاں گیا وہاں قبلہ محمد یعقوب خان صاحب سے پہلے ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس بھائی جان عاشق حسنین مرتضیٰ شاہ، مرتضیٰ صاحبؒ، اور منیر احمد لودھی صاحبؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔مرتضیٰ صاحبؒ نے پوچھا: شاہ جی چائے پی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔مرتضیٰ صاحبؒ اٹھے، خالی کپ لیا، اس میں چائے ڈالی اور مجھے آکر پیش کی۔قبلہ یعقوب صاحب نے کہا کہ اس سے بڑا سرٹیفکیٹ (Certificate) تمہیں اور کیا چاہئے؟ جن لوگوں سے چائے پینے کو دنیا ترستی ہے، وہ تمہیں چائے پیش کر رہے ہیں۔اس کے بعد

میں قبلہ ڈار صاحبؒ سے ملنے گیا تو انہوں نے کہا کہ تم بھی دوسرے دن آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ ہماری پیشی تھی جس کی وجہ سے کل نہیں آسکا۔ دعا کریں ہمارا یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ اس پر قبلہ ڈار صاحبؒ نے کہا کہ آج تم سب کے لئے دعا کراؤ گے۔ اس رات جو حلقۂ ذکر ہوا تو حلقۂ ذکر کے بعد قبلہ ڈار صاحبؒ نے خود دعا کرانے کی بجائے مجھے کہا کہ تم دعا کراؤ۔ ہمیشہ سالانہ اجتماع پر حلقۂ ذکر کے بعد شیخ سلسلہ خود دعا کراتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سعادت بھی سارے سلسلہ میں مجھے حاصل ہوئی کہ نوشہرہ ورکاں میں ہونے والے اس کنونشن میں دوسرے روز حلقۂ ذکر کے بعد میں نے دعا کرائی۔

ایک دفعہ گوجرانوالہ گئے۔ کسی بھائی نے یا شاید امین اختر لون صاحب نے عمرہ کیا تھا، وہ قبلہ ڈار صاحبؒ کے لئے ایک بہترین ٹوپی بطور تحفہ لے کر آئے تھے۔ قبلہ ڈار صاحبؒ نے وہ ٹوپی خود اپنے ہاتھ سے مجھے پہنائی۔ وہ ٹوپی میں نے آج بھی رکھی ہوئی ہے۔

قبلہ ڈار صاحبؒ نے مجھے وظائف بتائے تھے جن میں اس کا علاج تھا کہ کسی پر اگر جادو تعویذ ہیں، جنات کا اثر ہے، خون کے چھینٹے پڑتے ہیں تو میں پانی دم کر کے دے دیتا ہوں۔ اس پانی سے ایسے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے اگر اس قابل کیا ہے تو ہمیں خدمت خلق کرنی چاہیے۔ اگر خالی پانی پر توجہ ہی کر دیں تو اس کے اثرات سامنے آتے ہیں۔ کئی واقعات ہیں جن میں لوگوں کے دیرینہ اور بڑے سنجیدہ مسائل حل ہو گئے۔ اسی کنونشن پر ایک بھائی نے اپنے بیٹے کے لئے پانی دم کرایا تھا، ان کا ایک دو ہفتے پہلے شکریہ کا فون آیا کہ پانی نے بڑا اثر دکھایا ہے۔ ایک خاتون اپنی اولاد میں کسی کی شادی کے لئے دعا کرانے آئی۔ اس نے کہا کہ تم منہ سے نکالو، ہمارا کام ہو جائے گا۔ ایک ہفتے بعد اس کی شادی ہو گئی۔ میرا چھوٹا سالہ یہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم تو آپ کو ایسے ہی سمجھتے ہیں، لوگ تو بڑی قدر کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مرشد کا فیض ہے۔ اس میں عامل یا عمل کی کوئی بات نہیں ہے، نہ اس کی ضرورت ہے۔ کسی کا کوئی مسئلہ ہے تو مرشد کا خیال کریں، ذرہ سی توجہ کر دیں، لوگوں کا کام ہو جائے گا۔

محکمہ تعلیم میں میرے جاننے والے ہمارے ایک استاد ہیں، ان کی کوئی رشتہ دار خاتون

بہت زیادہ تسبیحات کرتی تھی۔بڑی نیک خاتون تھی۔بڑی اچھی تعلیم یافتہ فیملی ہے۔اس خاتون کی اولاد سے دو پاکستان ایئر فورس (Pakistan Air Force) میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور ایک CMH میں ڈاکٹر ہے۔اس خاتون کا یہ مسئلہ تھا کہ اس میں گرمی بہت زیادہ تھی وہ کہتی تھی کہ بس مجھے باہر لے جاؤ اور چہل قدمی کراتے رہو۔اس میں اس خاتون کو افاقہ رہتا تھا۔اس مرض کے علاج کے لئے وہ کئی ڈاکٹروں، پیروں، فقیروں کے پاس جا چکے تھے مگر کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔میرے جاننے والے اس استاد نے مجھ سے ذکر کیا اور انہیں میرے پاس لے آئے۔میں نے دیکھا کہ اسے کوئی اور مسئلہ یا مرض نہیں تھا، بس تسبیحات وغیرہ سے اس میں گرمی بڑھ گئی تھی۔میں نے اسے سلب کیا اور سب تسبیحات بند کرا دیں۔وہ ٹھیک ہو گئی۔اب یہ لوگ مجھے مانتے ہیں کہ شاہ جی کے پیر کامل ہیں۔

لوگ جب میری ان باتوں پر حیران ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ آپ صرف متشبہ شکل لوگوں کو ہی پیر فقیر مانتے ہیں۔آپ شکل دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا ولی، پیر یا فقیر ہے۔حالانکہ بہت سے ایسے لوگوں میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔اصل روحانیت کے لئے متشبہ شکل پیر یا بزرگ ہونا ضروری نہیں ہے۔

ہماری روحانی لائن ہے۔ہم لوگوں کو کچھ دکھائیں گے تو لوگ آگے ہماری دعوت کو بھی دیکھیں گے اور ذکر پر بھی لگ جائیں گے۔اگر ہم بھی صرف باتیں کریں گے، صرف صاحب قال بن کر یا مولوی بن کر سامنے آئیں گے تو ہم سے مولوی اور عام لوگ بہت زیادہ اچھے انداز سے باتیں کر لیتے ہیں۔سوشل میڈیا (Social media) کا دور ہے۔اب ہر کسی کو اچھی اچھی تقریریں سننے کو مل جاتی ہیں۔اب لوگ آتے ہیں، بہت سے لوگ طالب ہوتے ہیں اور اس سے آگے نہیں بڑھتے۔کرنٹ (Current) دیکھ کر لوگ آتے ہیں۔ہمیں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ دکھاتے رہنا چاہئے۔خواجہ صاحبؒ کے دور میں پہچان کی باتیں واضح تھیں اب ہم مولوی بنتے جا رہے ہیں۔جب تک کوئی انوکھی بات اور متاثر کن بات لوگوں کے سامنے

نہیں آئے گی تو لوگ کیسے متاثر ہوں گے۔کئی سالوں سے کشف وکرامات کا ظہور نہیں ہو رہا۔مجاز بھی ہیں تو وہ عمل سے متاثر نہیں کر رہے۔آج کے دور میں یہ نماز، روزہ جو ہے یہ سب کر رہے ہیں۔ کوئی ہمارے اندر خلاف توقع واقعہ دیکھے گا تو آگے آئے گا اور سلسلہ کی دعوت زیادہ لوگوں تک پہنچے گی۔

ہمارے حلقہ جات میں موقع پر افراد کو متاثر کن ہونا چاہئے۔اب اکثر جگہوں پر یہی نظر آتا ہے کہ بصیرت باطنی کی ہی کمی ہے۔لوگ ہمارے پاس آئیں تو ہم ان کے بغیر پوچھے اور بغیر بتائے ان کے مسائل اور موضوعات پر بات کریں۔ایک دفعہ قبلہ ڈار صاحبؒ سوڑی سالانہ دورہ پر آئے ہوئے تھے۔میں اپنے سکول کے سارے سٹاف کو ان سے ملنے لایا۔سب ملاقات کر کے گئے۔ قبلہ ڈار صاحبؒ نے مختلف موضوعات پر ان سے باتیں اور وعظ ونصیحت کی۔دوسرے دن جب میں ان سے سکول ملا تو یہ سب کے سب ایک ہی بات کر رہے تھے کہ باباجیؒ نے ہر بات وہی کی ہے جو ان کے دل میں تھی، جو باتیں وہ پوچھنا چاہتے تھے۔قبلہ ڈار صاحبؒ سے ان اساتذہ نے کوئی بات پوچھی نہیں اور بغیر پوچھے ان کو جوابات ان کے دل کی باتوں کے مل گئے۔ایسے ہمیں سب کو چلنا چاہئے۔

قبلہ یعقوب خان میں بھی یہ بات ہے۔ان میں بھی بصیرت باطنی کمال ہے۔کوئی ایسی ویسی بات ہو تو باباجی کی طرف سے فوری Response (ردعمل) آجاتا ہے۔ایک دفعہ باباجی نے فون پر فیصل خان سے بات کرتے ہوئے کہا کہ میرا عابد کبیر سے رابطہ نہیں ہو رہا، وہ کہاں ہے آج کل؟ فیصل خان نے مجھے بتایا تو میں نے اسے کہا کہ میرا نمبر باباجی کے پاس ہے۔میں نے باباجی سے بات کی تو اس میں انہوں نے کہا کہ کیا مسئلہ ہے؟ کوئی ایسی ویسی بات ہے تو مجھے بتاؤ، اللہ بہتر کرے گا۔اس کے بعد میں، فیصل خان اور ایک دو بھائی باباجی سے ملنے گوجرانوالہ چلے گئے باباجی سے گلے ملے تو باباجی نے میرے کان میں کہا کہ میں ایسی باتیں نہیں کرتا مگر تمہیں کہہ رہا ہوں کیا بات ہے، آوارہ گردی میں پڑ رہا تھا؟ یہ ایسی باتیں ہیں کہ اگر کچھ ایسا لوگوں کو بتا دیا جائے تو لوگ بات بھی سنتے ہیں اور ہمیں مانتے ہیں۔

بعض دفعہ اب میں دیکھتا ہوں کہ باباجی کی محفل میں ہی صاحب قال لوگ کٹھے ہو جاتے ہیں باباجی کی موجودگی میں وہ اپنی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ باباجی کسی بات کا کہہ بھی دیں تو وہ لمبی تقریریں شروع کر دیتے ہیں۔ وعظ و نصیحت کی محفل میں لوگ صرف باباجی کو سننے آتے ہیں، وہ ہماری تقریریں سننے نہیں آتے۔ کبھی کبھی تو باباجی ذراسی خاموشی اختیار کرتے ہیں تو ہم اپنی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ ہم باباجی کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ یہ رویہ مناسب نہیں ہے۔ ہمیں اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے شغل جو بھی ہیں یہ مرشد کی موجودگی میں شروع نہیں کرنے چاہئیں۔ انصاری صاحبؒ کے دور میں بھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ڈار صاحبؒ کے دور میں بھی ایسے کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اب باباجی یعقوب صاحب نے کچھ نرمی دے رکھی ہے تو ہم اس کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بے ادبی ہے۔ باادب، بانصیب اور بے ادب، بے نصیب والی بات ہمیں سب کو ذہن میں رکھنی چاہئے۔ میں نے ایک اور بات بھی نوٹ کی ہے جس کا یہاں توجہ کے لئے بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ اب ہمیں بعض دفعہ غلط بات کرتے بھی خیال نہیں آتا کہ ہم غلط بات کر رہے ہیں کسی کو کوئی اپنی طرف سے لقب دے دینا مناسب نہیں ہے جیسے کسی کو پروفیسر کہہ کر پکارنا۔ پروفیسر ہونا ایک پیشہ ورانہ مقام ہے۔ اب ہم بھی دوسرے لوگوں کی طرح کوئی پروفیسر نہیں بھی ہے تو اسے پروفیسر بنا کر تعارف کراتے ہیں۔ یہ باتیں صحیح نہیں ہیں، ہمیں ان سے خود کو باز رکھنا چاہئے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلسلہ کی تعلیمات کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ ان تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اپنی یاد سے نوازے۔ ہم سب کے ساتھ اپنے خصوصی کرم کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔

میں توحیدی کیسے بنا؟

(محمد ریاض)

میرا نام محمد ریاض ہے۔ میرا تعلق وادیٔ سون (Soon Valley) سے ہے جو خوشاب میں واقع ہے۔ ملک بھر سے لوگ یہاں سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں۔ بالکل پاس ہی مشہور پہاڑ سکیسر (Sakesar) بھی ہے جس کے اوپر پاکستان ایئر فورس کا کیمپ (Base) موجود ہے۔ یہیں پر پاکستان کا سب سے بڑا راڈار سسٹم نصب ہے۔ راولپنڈی سے بزرگ بھائی عزیز عارف صاحب بھی یہاں پر ڈیوٹی کر چکے ہیں۔

ہمارے علاقے میں زیادہ تر لوگ بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں جو تصوف پر گہرا یقین رکھتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں میں تصوف کی باقاعدہ تعلیم نہیں دیکھی۔ وہی روایتی پیری مریدی کا سلسلہ ہے۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پیر صاحب تعویذ گنڈے دے دیں یا دم وغیرہ کر دیں یا کوئی مشکل ہے تو اس کے لئے دعا کر دیں۔ وراثتی گدی نشینی اور پیر پرستی نے تصوف کی اصل تعلیمات کو کہیں گم کر دیا ہے۔ تصوف کے نام پر اب صرف ایک بادشاہت کا سلسلہ رہ گیا ہے۔ کئی پیر تو اب ناموں کے ساتھ 'سلطان' بھی لکھتے ہیں۔ لوگ تواتر کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ آپ کس سلسلے میں مرید ہیں؟ جب انہیں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بارے میں بتایا جائے تو حیران ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ کون سا نیا سلسلہ شروع کیا ہے؟

باباجی انصاری صاحبؒ کے مرید ایئر فورس میں کافی تعداد میں ہیں لہٰذا ان ہی لوگوں کی بدولت صوفی اسلم صاحب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم سے متاثر ہوئے اور قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس جا کر بیعت ہوئے۔ یہ صوفی اسلم صاحب میرے پڑوسی تھے جن کی وجہ سے میں سلسلہ توحیدیہ سے متعارف ہوا۔

اللہ کو دیکھنے کی خواہش بچپن سے ہی تھی۔شاید یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کے ساتھ جوڑ دیا جن کا تعلق اللہ کے ساتھ بڑا گہرا تھا۔صوفی اسلم صاحب انہیں لوگوں میں سے ایک تھے۔کافی ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔اہل محلہ انہیں چچا کہتے تھے۔حتیٰ کہ بڑی عمر کے لوگ بھی انہیں چچا کہتے۔میرے والد بھی صوفی اسلم صاحب کو چچا کہتے اور میں بھی۔چچا اسلم کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن وہ مجھے اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے۔میں جب بھی فارغ ہوتا تو ان کے پاس جا کر بیٹھ جاتا۔وہ مجھے کبھی بھی فارغ بیٹھے ہوئے نہیں ملے۔وہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔میری زیادہ دلچسپی ان کی ایئر گن (Air gun) کے ساتھ تھی۔وہ مجھے اپنے ساتھ شکار پر بھی لے جاتے، مجھے نشانہ بازی کی پریکٹس بھی کراتے۔مجھے کتابیں پڑھنے کا بھی بہت شوق تھا۔انہوں نے میری اس دلچسپی کو دیکھتے ہوئے مجھے کتب 'تعمیر ملت' اور 'چراغ راہ' پڑھنے کیلئے دیں۔کم عمر ہونے کی وجہ سے میں ان کتب کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکا لیکن میں نے ان دونوں کتابوں کو تقریباً یاد کر لیا۔اگرچہ صوفی اسلم صاحب سلسلۂ توحیدیہ سے کافی عرصے سے کٹے ہوئے تھے جس کی وجہ مجھے بعد میں قبلہ ڈار صاحبؒ کی زبانی معلوم ہوئی۔وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قبلہ عبدالستار خان صاحب کی رحلت کے بعد سلسلہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی پھر بھی ایک عرصے بعد وہ مجھے لے کر اپنے پیر بھائیوں کے پاس گئے اور ان سے میرا تعارف کروایا۔وہ دونوں لوگ جناب جماعت علی اور جناب عزیز صاحب تھے جو انصاری صاحبؒ سے بیعت ہو کر سلسلۂ توحیدیہ میں شامل ہوئے تھے۔میں نے ایسی محبت کرنے والے لوگ اپنی زندگی میں بہت کم دیکھے ہیں۔ان کی ایسی محبت نے مجھے بہت متاثر کیا۔جماعت علی صاحب نے مجھے ذکر کرنے کا طریقہ بتایا اور اپنے سامنے بٹھا کر ذکر بھی کروایا۔وہاں سے واپسی پر میں نے اپنے اندر عجیب تبدیلیاں محسوس کیں۔مجھے لگا جیسے میرا دل کچھ کہہ رہا ہے۔میں نے اسٹیتھوسکوپ (Stethoscope) کے ذریعے سننے کی کوشش کی، پھر میں چچا اسلم کے پاس گیا اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔وہ مسکرائے اور مجھے کہا کہ درود شریف پڑھو، یہ ٹھیک ہو جائے گا۔کچھ ہی عرصے بعد صوفی اسلم صاحب اور ان کے بعد جماعت علی صاحب وفات پا گئے

اور میرا تعلق جو ابھی بن رہا تھا وہ بھی ختم ہو گیا لیکن میں دلی طور پر اس سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہونے کا ارادہ کر چکا تھا۔

ایک طویل عرصے کے بعد ایک دن کمپیوٹر پر بیٹھے ہوئے مجھے خیال آیا کہ مجھے گوگل (Google) پر تلاش کرنا چاہئے شاید کوئی سراغ مل جائے۔ مجھے صرف سلسلہ عالیہ توحیدیہ اور خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا نام یاد تھا۔ جیسے ہی میں نے گوگل کے اوپر سلسلہ توحیدیہ لکھا، مجھے ایک ویب سائٹ نظر آئی۔ میں نے اس ویب سائٹ کو کھولا تو وہاں جناب صدیق ڈار صاحبؒ کی تصویر لگی ہوئی تھی اور نیچے ان کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے فوراً اسے نوٹ کیا اور جیسے ہی وقت ملا، میں نے ڈار صاحبؒ کو فون کیا۔ ڈار صاحبؒ نے بڑی محبت سے تفصیل کے ساتھ بات کی اور دوبارہ فون کرنے کیلئے کہا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں خط لکھوں۔ میں نے ان کے حکم کے مطابق انہیں خط تحریر کیا، جس کا جواب ڈار صاحبؒ نے مجھے دیا، وہ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔ پھر پیر خان صاحب کے متعلق بتایا، ان کا ایڈریس دیا اور تاکید کی کہ میں ان سے جا کر ملوں۔ پیر خان صاحب سے ملاقات بھی بڑی خوشگوار رہی اور خان صاحب مجھے راولپنڈی حلقہ لے کر آئے جہاں خواجہ ولی محمد صاحب، جناب عزیز عارف صاحب، اور عتیق عباسی صاحب جیسے بزرگوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کو سننے کا موقع ملا، ان سے بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا۔ انہیں بھائیوں کی بدولت سالانہ اجتماع میں شرکت کا موقع ملا جہاں قبلہ ڈار صاحبؒ سے ملاقات ہوئی اور ان کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

ڈار صاحبؒ نے ہمیشہ ہر معاملے میں رہنمائی فرمائی۔ مجھے یاد ہے کہ میں جس فیکٹری میں کام کرتا تھا ایک بار وہاں کچھ نقصان ہوا۔ جنرل منیجر نے مجھے فون کیا اور کہا کہ یہ سب تمہاری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے، حالانکہ میں ڈیوٹی پر بھی نہیں تھا۔ اس نے مجھے دھمکی دی کہ یہ جتنا نقصان ہوا ہے، تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ، یہ تمہاری تنخواہ میں سے کاٹا جائے گا۔ میرے لئے یہ کافی زیادہ رقم تھی۔ میں نے ڈار صاحبؒ سے بات کی۔ انہوں نے مجھے تسلی دی اور کہا کہ وہ آپ کا کچھ نہیں کرسکتا، بے فکر ہو جاؤ اس کے ساتھ ہی ڈار صاحبؒ نے ایک آیت تلاوت کرنے کا کہا۔ اگلے دن جنرل منیجر میرے پاس آیا،

مجھ سے معذرت کرتے ہوئے اپنے گزشتہ روز کے رویے پر معافی مانگی اور کہا کہ یہ سب غلط فہمی کا نتیجہ تھا، آپ تو ڈیوٹی پر ہی نہیں تھے۔ میں حیران ہوا کیونکہ وہ ایسا نہیں تھا۔

ڈار صاحبؒ کی وفات کے بعد قبلہ محمد یعقوب صاحب سے بیعت کا شرف حاصل ہوا ہے آپ کی محبت اور توجہ کبھی کم نہیں ہوئی۔ جناب یعقوب صاحب اپنے بچوں کی طرح میرا خیال کرتے ہیں، نہ صرف رہنمائی کرتے ہیں بلکہ دعاؤں سے بھی نوازتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ ایسے نیک لوگوں سے میرا رابطہ ہے جن کی نسبت اللہ کے ساتھ ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے جو برکتیں حاصل ہوئی ہیں، وہ بے شمار ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ نسبت اور ساتھ ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔

بیعت ہونے کے بعد سب سے اہم تبدیلی جو اپنے اندر محسوس کی وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین ہے اس کے علاوہ ہمیشہ مثبت سوچ رکھی۔ کسی کے بارے میں برا نہ سوچا۔ لوگوں کی غلطیوں کو کھلے دل کے ساتھ معاف کیا۔ انہیں اچھا مشورہ دیا۔ حسد، بدگمانی، بغض اور نفرت سے ہمیشہ خود کو بچانے کی کوشش کی ہے۔

کتاب 'طریقت تو حیدیہ' میں جو باتیں ابتدائی روحانی علامات کے طور پر بیان ہوئی ہیں ،ان میں سے کچھ میں نے بھی محسوس کیں۔ خواب میں جن بزرگوں کی ارواح سے ملاقات ہوئی ان میں قابل ذکر جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب قبلہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ ہیں کئی بزرگوں کو میں نہیں جانتا۔ پہلے تواتر کے ساتھ سچے خواب آتے تھے لیکن پھر شاید بیان کر دینے کی وجہ سے یا یادداشت کی کمی سے اب کم ہو گئے ہیں، یا شاید دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے یاد نہیں رہتے۔ اور بھی کچھ ہے جن کا ذکر ضروری نہیں ہے۔ میں ایسی چیزوں کو اہمیت نہیں دیتا ہوں، نہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری کوئی اپنی قابلیت ہے۔ جو کچھ بھی ہے بس فیضان نظر کی بدولت ہے۔

ذاتی طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ سے جو لوگ بھی منسلک ہیں، چاہے وہ طالب ہیں یا مرید، کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں ہے، ہر کوئی اپنا اثر رکھتا ہے۔ یہ اثر مثبت اس وقت ہوگا جب ہمارے اخلاق بالکل اسی طرح ہوں گے جیسا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے بتائے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ

اثر منفی بھی ہوسکتا ہے جو نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہمارے اردگرد رہنے والے لوگوں کیلئے، خاص طور پر ہمارے گھر والوں کیلئے کافی نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر آپ بہت سخت مزاج ہیں اور شکوہ شکایت کرنے والے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے گھر والوں کا مزاج بھی آپ جیسا ہو رہا ہے۔ گھر کے ماحول کو بہتر بنانے میں آپ کا جو کردار ہے وہ آپ کو نظر میں رکھنا چاہئے۔ اخلاق و کردار کو بہتر بنانے میں اہم کردار رابطہ کا بھی ہے۔ اگر آپ بابا جان اور اپنے سینئر بھائیوں کے ساتھ رابطہ میں رہیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ چیز آپ کے عمومی مزاج اور اخلاق کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو رہی ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تصوف کی تعلیم صحیح اسلامی عقائد کے مطابق ہے۔ ہمیں اس تعلیم کو تمام مسلمانوں تک پہنچانا چاہئے۔ میں اپنی طرف سے کوشش کرتا ہوں کہ لوگوں کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی کتابیں اور مجلّہ فلاح آدمیت دوں تا کہ ان سے لوگوں کو سلسلہ توحیدیہ کا تعارف ہو، سوشل میڈیا (Social media) کے ذریعے بھی میری کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک سلسلہ کی تعلیم پہنچے تا کہ ان کے جو عقائد ہیں ان کے درست کرنے میں مدد مل سکے۔ اس حوالے سے ابھی مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں جدید ذرائع ابلاغ کے سارے شعبوں کو استعمال میں لانا چاہئے اور سلسلہ کی تعلیمات کو ایسے ایسے انداز سے پیش کیا جائے تا کہ یہ تعلیم لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔

میرا اپنے سلسلہ توحیدیہ کے حوالے سے خواب یہ ہے کہ ہم مستقبل میں ایک ایسا ادارہ قائم کر سکیں جہاں پر نہ صرف بچوں کو بلکہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی تیار کریں۔ انہیں ایسی تربیت فراہم کریں جو آگے چل کر لوگوں کے عقائد کو درست کرنے میں، میڈیا اور دوسری جگہوں پر اس تعلیم کو پھیلانے میں مددگار ثابت ہو۔

اپنے آپ کو پہچان!

(امام غزالیؒ)

اے عزیز! اس بات پر یقین کر لے کہ اپنے آپ کو پہچاننا ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے۔اس لیے فرمایا گیا ہے:

مَن عَرَفَ نَفسَہ فَقَد عَرَفَ رَبَّہ.

(جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔)

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَق.

(حم السجدہ ۴۱۔آیت ۵۳)

(عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں جہان میں اور خود ان کی اپنی ذات میں دکھائیں گے تا کہ انہیں واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے۔)

اے عزیز! ساری کائنات میں تجھ سے زیادہ نزدیک کوئی چیز نہیں اور جب تو اس قدر قرب کے باوجود اپنے آپ کو نہیں پہچان سکے گا تو اور کیا چیز پہچانے گا۔غالباً تو یہ کہیگا کہ اپنے آپ کو پہچاننے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا کہ ایسی پہچان خدا تعالیٰ کی معرفت کی چابی قرار نہیں دی جا سکتی کیونکہ اپنے آپ کو جانور بھی پہچانتے ہیں جیسے تو اپنے جسم کے ظاہری حصے کا سر، منہ، ہاتھ، پاؤں اور گوشت وغیرہ پہچانتا ہے اور اپنے باطن کا حال بھی اتنا جانتا ہے کہ جب بھوک محسوس کرتا ہے کھانا کھاتا ہے، جب غصہ میں ہوتا ہے تو لڑتا ہے، جب تجھ پر شہوت غالب آتی ہے تو نکاح کا ارادہ کرتا ہے۔تو اپنے آپ کو پہچاننے سے مراد یہ پہچان نہیں کیونکہ اس میں تو سب جانور تیرے ساتھ برابر ہیں۔تجھے اپنی حقیقت ڈھونڈنی چاہئے کہ تو کہاں ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور کدھر جائے گا؟ یہاں کیوں آیا؟ اور خدا تعالیٰ

نے تجھے کس کام کیلئے پیدا کیا؟ تیری نیک بختی کس چیز میں ہے اور بد بختی کس کام میں ہے؟ اور جو اوصاف تجھ میں ہیں ان میں سے بعض چرندوں، درندوں اور بعض شیاطین اور بعض فرشتوں کے ہیں۔ ان میں سے کون کون ہے؟ تیری اصل حقیقت کیا ہے؟ جب تک تو یہ جان نہ سکے گا اپنی سعادت حاصل نہیں کر سکے گا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی غذا الگ الگ ہے اور سعادت وخوش بختی جدا جدا۔ مثال کے طور پر کھانا، پینا، سونا، موٹا ہونا اور قوی وزورآور ہونا چارپایوں کی غذا اور ان کے عوامل ہیں۔ اس لئے اگر تو چارپایہ ہے تو پھر دن رات یہی کوشش کر کہ تیرے پیٹ اور شرمگاہ کا مقصد پورا ہو۔ مارنا، مار ڈالنا، اور کھکھیانہ درندوں کی غذا اور ان کے امور ہیں۔ شر پیدا کرنا، حیلہ سازی، اور مکر کرنا شیطان کے کام ہیں اگر تو بھی انہیں میں سے ہے تو ان کاموں میں مصروف رہتا کہ آرام پائے اور اپنی نیک بختی تجھے میسر آئے۔ خدا تعالٰی کے جمال کا دیدار کرنا فرشتوں کی غذا اور سعادت ہے۔ چارپایوں اور درندوں کی صفات کا ان میں دخل نہیں۔ اگر تو فرشتوں کی حقیقت رکھتا ہے تو اپنی اصل میں کوشش کر کہ حق تعالٰی کو پہچان لے اور اس کے جمال کے مشاہدے کی طرف راہ پائے اور اپنے آپ کو شہوت اور غصہ کے ہاتھ سے نجات دلائے۔ اس معاملے میں یہاں تک کوشش کر کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ خدا تعالٰی نے چرندوں و درندوں کی صفات تجھ میں کیوں پیدا کی ہیں؟ یا اس لئے کہ تو انہیں اپنا قیدی بنائے اور جو سفر تجھے درپیش ہے اس میں اپنا تابع بنائے ایک کو سواری کے کام میں لائے، دوسرے کو اپنا ہتھیار بنائے اور چند دن کیلئے جو تو اس منزل میں ہے ان کو اپنے کام میں رکھے تاکہ ان کی مدد سے سعادت کا بیج تجھے میسر آئے۔ تب تو انہیں اپنے قبضے میں کرے اور اپنی سعادت کے مقام کی طرف متوجہ ہو جائے۔ خاص لوگ اس مقام کو جناب الٰہیات کہتے ہیں اور عوام جنت کہتے ہیں اور یہ سب باتیں تجھے جاننا ہیں تاکہ تجھے اپنی معرفت حاصل ہو جس نے یہی نہ جانا تو دین میں نجالت ہی اس کا حصہ ہے اور دین کی حقیقت سے وہ پردے میں رہا۔

اے عزیز! اگر تجھے اپنا آپ جاننا منظور ہے تو پھر یہ بات جاننا لازمی ہے کہ خدا نے تجھ کو دو چیزوں سے پیدا کیا ہے۔ ایک ظاہری ڈھانچہ ہے جسے بدن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں دوسرے باطنی معنی ہیں کہ اس کو نفس دل اور جان کہتے ہیں اور اسے فقط باطن کی آنکھ سے پہچان سکتے ہیں

ظاہر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔یہی باطنی معنی تیری حقیقت ہے۔اس کے سوااور جو بھی چیزیں ہیں وہ اس کی تابع ،اس کے لشکر،اور خدمت گار ہیں۔ہم اس حقیقت کو دل کہتے ہیں۔ہم جب دل کی بات کریں گے تو اے عزیز جان کہ دل سے یہی حقیقت انسان مراد لیں گے۔اس حقیقت کو کبھی روح کہتے ہیں،کبھی نفس۔دل سے وہ گوشت کا لوتھڑا مقصود نہیں جو سینے میں بائیں طرف موجود ہے۔اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ تو جانوروں اور مردوں کا بھی ہوتا ہے۔اس دل کو جو حقیقت انسان ہے،ظاہر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔جو چیز ظاہری آنکھ سے دکھائی دے وہ اس عالم سے ہے جسے عالم شہادت کہتے ہیں۔اس دل کی حقیقت اس عالم سے نہیں ہے۔ہاں یہ دل اس عالم میں مسافر کی طرح آیا ہے،گوشت کا لوتھڑا اس دل کی سواری اور ہتھیار اور بدن کے سب اعضاء اس کا لشکر ہیں۔وہ تمام بدن کا بادشاہ اور افسر ہے خدا کی معرفت اور اس کے جمال بے مثال کا مشاہدہ اسی دل کی صفت سے ہے۔اور یہی عبادت کا مکلّف ہے۔اسی سے خطاسرزد ہوتی ہے۔اسی پر ثواب وعذاب ہے۔اصل سعادت وشقاوت اسی کیلئے ہے ان سب باتوں میں بدن اس کا تابع ہے۔اس کی حقیقت اور صنعتوں کا پہچاننا خدا تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے۔

اے عزیز!ایسی کوشش کر کہ تو اسے پہچانے کہ وہ ایک عمدہ گوہر ہے اور گوہر ملائکہ کی جنس ہے۔درگاہ الوہیت اس کا اصلی معدن ہے۔وہیں سے وہ آیا ہے۔وہیں واپس جائے گا۔یہاں مسافر کی طرح آیا ہے۔تجارت وزراعت کیلئے تشریف لایا ہے۔

اے عزیز!یہ سمجھ کہ جب تک تو دل کی ہستی کو نہیں جانے گا،اس کی حقیقت کو کیا پہچانے گا؟ پہلے ہستی پہچان پھر حقیقت جان،اس کے بعد دل کا لشکر معلوم کر کہ کیا ہے؟ پھر یہ سمجھ کہ دل کو اس لشکر سے کیا تعلق ہے؟ پھر اس کی صفت پہچان کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اسے کس طرح حاصل ہوتی ہے؟اور معرفت سے اپنی سعادت کو کس طرح پہنچتا ہے؟ان میں سے ہر ایک کا بیان آگے آئے گا لیکن دل کی ہستی تو ظاہر ہے کہ اپنی ہستی میں آدمی کو کچھ شک نہیں اور اس کی ہستی اس کے ظاہری ڈھانچے سے نہیں اس لیے کہ یہ بدن مردہ ہے۔اور جان بھی نہیں۔اور دل سے ہمارا مقصود دل کی حقیقت ہے۔روح جب نہیں ہوگی تو بدن مردہ ہے۔اگر کوئی اپنی آنکھ بند کرے اور اپنے خاکے اور دنیا ومافیہا کو جسے آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں بھلائے تو اپنی ہستی کو ضرور پہچان لے گا۔اور گو کہ اپنے انجام اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو۔

لیکن اپنے آپ سے بے خبر نہ ہوگا۔اور کوئی اس امر میں اچھی طرح غور کرے تو آخرت کی بھی حقیقت پہچان لے اور یہ بھی جان لے کہ جب اس کا بدن چھین لیں گے تو اس کا قائم رہنا اور فنا نہ ہونا روا ہے۔

دل کیا ہے اور اس کی کیا خاص صفت ہے۔یہ بیان کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔اسی لیے رسول مقبول ﷺ نے شرح نہیں فرمائی اور خدا تعالیٰ کی جناب سے یہ آیت آئی:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي. (سورۃ الاسراء ۱۷۔آیت ۸۵)

(تجھ سے پوچھتے ہیں روح کے متعلق، کہہ تو کہ وہ میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔)

روح اللہ کے کاموں اور عالم امر سے ہے۔اس سے زیادہ کہنے کی اجازت نہ ہوئی:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ. (سورۃ الاعراف ۷۔آیت ۵۴)

(آگاہ ہو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔)

عالم خلق جدا ہے اور عالم امر الگ۔جس چیز میں ناپ، مقدار اور کمیت کا دخل ہو، اسے عالم خلق کہتے ہیں۔اس لیے کہ لغت میں خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں، اور آدمی کے دل کیلئے اندازہ نہیں۔اسی لیے تقسیم قبول نہیں کرتا۔اگر تقسیم کے قابل ہوتا تو اس میں ایک طرف کسی چیز کا جہل اور دوسری طرف اسی چیز کا علم ہونا درست ہوتا۔تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ ایک ہی وقت میں عالم بھی ہوتا اور جاہل بھی اور یہ محال ہے اور روح باوجودیکہ قابل قسمت نہیں اور نہ اس میں مقدار و اندازہ کا دخل مگر مخلوق ہے یعنی پیدا کی گئی ہے اور جیسا کہ خلق اندازہ کرنے کو کہتے ہیں ویسا ہی پیدا کرنے کو بھی کہتے ہیں، تو اس معنی میں روح عالم خلق سے ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے عالم امر سے ہے، عالم خلق سے نہیں۔ اس لیے کہ عالم امر ان چیزوں سے ہے جن میں ناپ اور اندازہ کو دخل نہ ہو۔جو لوگ روح کو قدیم سمجھے، غلط سمجھے اور جنہوں نے روح کو عرض کہا، غلط کہا کیونکہ عرض خود قائم نہیں، دوسرے کا تابع ہوتا ہے اور جان آدمی کی اصل اور بدن اس کا تابع ہے۔تو روح عرض کیونکر ہوسکتی ہے۔اور جنہوں نے روح کو جسم کہا ان کو بھی دھوکا ہوا ہے۔کیونکہ جسم ٹکڑے ہوسکتا ہے، روح ٹکڑے نہیں ہوسکتی۔ایک اور چیز ہے، اس کو بھی روح کہتے ہیں۔وہ ٹکڑے بھی ہوسکتی ہے اور جانوروں کے بھی ہوتی ہے۔لیکن جس روح کو ہم دل کہتے ہیں وہ معرفت کی جگہ ہے۔جانوروں کیلئے وہ روح نہیں ہے۔وہ نہ جسم ہے، نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر

کے جنس سے ایک جوہر ہے۔اس کی حقیقت کا جاننا دشوار ہے اوراس کی تفصیل کی اجازت نہیں،اور دین کا راستہ چلنے میں پہلے اس کے پہچاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔اس لیے کہ پہلے دین کی راہ میں محنت چاہیے۔ جب کوئی شخص کما حقہ رُیاضت کرے گا، یہ پہچان اسے خود بخود حاصل ہو جائے گی اور یہ معرفت مُجملہ اس ہدایت کے ہے جو اس آیت میں حق تعالٰی نے فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا. (سورۃ العنکبوت ۲۹۔آیت ۶۹)

(اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔)

اور جس نے پوری ریاضت نہیں کی، اس سے روح کی حقیقت بیان کرنا درست نہیں۔لیکن مجاہدہ وریاضت سے پہلے دل کے لشکر کو جاننا چاہیے۔جو لشکر نہ جانے گا وہ جہاد کیا کرے گا۔

اے عزیز! یہ بات جان کہ بدن دل کی ملکیت ہے اور دل کے مختلف لشکر ہیں:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ. (سورۃ المدثر ۷۴۔آیت ۳۱)

(اور تمہارے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔)

اسی سے عبارت ہے۔اور دل کو آخرت کیلئے پیدا کیا ہے۔سعادت ڈھونڈنا اس کا کام اور سعادت خدا تعالٰی کی معرفت پر موقوف ہے اور صانع کی معرفت مصنوعات سے حاصل ہوتی ہے۔اور یہ سب علم حسیہ سے ہے اور عجائبات عالم کی معرفت ظاہر و باطن کے حواس سے حاصل ہوتی ہے۔اور حواس کا قیام بدن سے ہے۔معرفت دل کا شکار اور حواس اس کا پھندا ہیں،بدن سواری اور دام کو اٹھانے والا اس لئے دل کو بدن کی ضرورت ہے اور بدن پانی، مٹی، گرمی اور تری سے مل کر بنا۔اس بنا پر کم طاقت ہے اور باطن میں بھوک، ظاہر میں آگ پانی، دشمن درندوں کے سبب سے اسے خطرہ ہلاکت ہے اسی وجہ سے کھانے پینے کی اسے حاجت ہوئی اور دو لشکروں کی ضرورت پڑی۔ایک ظاہری لشکر جیسے ہاتھ، پاؤں، منہ، دانت، معدہ اور دوسرا باطنی لشکر جیسے بھوک، پیاس۔دشمن سے بچنے میں بھی اس کے دو لشکروں کی ضرورت ہوئی۔ہاتھ پاؤں تو ظاہری لشکر ہیں،اور غصہ، خواہش باطنی لشکر۔بغیر دیکھے چیز مانگنا اور بے دیکھے دشمن ہانکنا ممکن نہ تھا تو حواس ظاہری اور باطنی کی ضرورت ہوئی۔ دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال، تفکر، حفظ، توہم اور تذکر کی قوتیں دماغ میں باطنی پانچ

حواس ہیں۔ ہر ایک قوت کیلئے خاص کام ہے۔ایک میں خلل پڑنے سے آدمی کے دین دنیا کے کام میں خلل آتا ہے۔یہ سب ظاہری باطنی لشکروں کے اختیار میں ہیں اور دل سب کا بادشاہ ہے۔زبان ہاتھ پاؤں آنکھ قوت فکر سب دل کے حکم سے کام کرتے ہیں۔سب کو خدا نے خوشی سے دل کا تابع بنایا ہے تا کہ بدن کی حفاظت کریں کہ دل اپنا سامان فراہم کرے اور اپنا شکار پکڑے اور آخرت کی سوداگری پوری کرے اور اپنی سعادت کا بیج بکھیرے۔یہ لشکر دل کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے فرشتے خدا تعالی کی خوشی سے اطاعت کرتے ہیں اور حکم الٰہی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔

دل کے لشکر کی تفصیل دراز ہے۔اے عزیز! تجھے اس کا مطلب ایک مثال سے معلوم ہوگا۔ وہ یہ کہ بدن گویا ایک شہر ہے اور ہاتھ پاؤں کام کاج کرنے والے لوگ ہیں۔اس شہر میں کام کرنے والے۔غصہ کوتوال، دل بادشاہ اور عقل وزیر ہے۔بادشاہ کو مملکت کے انتظام کے لئے ان سب کی ضرورت ہے۔لیکن خواہش جو گویا عامل ہے، جھوٹی اور زیادتی کرنے والی ہے۔وزیر عقل کہتا ہے اس کے خلاف کرتی ہے اور ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ سلطنت میں جتنا مال ہے، سب خراج کے بہانے لے لے اور غصہ جو گویا کوتوال ہے۔سخت، کیوں پسند، تند خو اور تیز ہے مار ڈالنا۔زخمی کرنا اسے اچھا معلوم ہوتا ہے۔جس طرح شہر کا بادشاہ سب باتوں میں اپنے وزیر سے مشورہ کرتا ہے اور طمع اور عامل کا کان مروڑے رکھتا ہے، وزیر کے خلاف اس کا کہا نہیں مانتا۔کوتوال اس کو تنبیہ کرتا ہے کہ اس کو زیادتی سے باز رکھے اور کوتوال کو بھی دباؤ میں رکھتا ہے کہ قدم حد سے زیادہ نہ بڑھائے اور ان باتوں سے اس بادشاہ کی سلطنت میں انتظام قائم اور درست رہتا ہے۔اس طرح بادشاہ دل بھی اگر وزیر عقل کے مشورے سے کام کرے، خواہش اور غصہ کو تابع کرکے عقل کا محکوم کردے اور عقل کو ان کا محکوم نہ بنائے تو بدن کی سلطنت کا انتظام درست اور سعادت کی راہ چل کر حضرت الٰہیت میں بے روک ٹوک پہنچ جائے۔اور عقل کو غصہ اور خواہش تیری بنادے تو تن کا ملک ویران اور بادشاہ دل بدبخت و ہلاک ہوگیا۔

فضائل امین و امانت

(ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی)

امانت اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی کے پاس رکھا جائے۔جس کے پاس امانت رکھی جائے گی اس کو مودع یعنی امانت دار یا امین کہتے ہیں۔مال یا سامان کے مالک کو مودع یعنی امانت دہندہ یا امانت گزار کہتے ہیں۔مثال کے طور پر اگر زید نے عبداللہ کے پاس ایک ہزار روپے بطور امانت رکھے تو زید امانت دہندہ یا امانت گزار،عبداللہ امانت دار یا امین اور ایک ہزار روپے امانت کہلائیں گے۔اسلام نے ہر عملِ خیر کے کرنے کی ترغیب اور ہر عملِ شر سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔عملِ خیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا مال یا سامان کسی شخص کے پاس بطور امانت رکھنا چاہے تو امین کو چاہئے کہ اگر وہ اس مال یا سامان کی حفاظت کرسکتا ہے تو ساری انسانیت کے نبی حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق اس مال یا سامان کو بطور امانت رکھ کر اپنے بھائی کی مدد کرے غرض یہ کہ شریعت اسلامیہ نے ہمیں اپنے پاس امانت رکھنے اور امانت دہندہ کے مطالبے پر واپس کرنے کی خصوصی تعلیمات دی ہیں کیونکہ اس کے ذریعے آپس میں میل جول محبت اور ایک دوسرے پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے جو کہ ایک اچھے معاشرہ کے وجود کا سبب بنتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس صحابہ کرام حتیٰ کہ کفار مکہ بھی اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے آپ ﷺ اس امانت کو بہ حسن خوبی انجام دیا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ کی امانت داری کو دیکھ کر نبوت سے قبل ہی آپ کو امین کے لقب سے نوازا گیا حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی جو امانتیں رکھیں ہوئی تھیں حضرت علیؓ کو امانت دہندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری عطا فرمائی اور مدینہ منورہ کے لئے ہجرت فرما گئے۔

حضرت علیؓ آپ کے بستر پر ہی سوئے تا کہ صبح آپ ﷺ کی نیابت میں ساری امانتیں لوگوں کو واپس کردیں اور کسی شخص کو یہ شبہ بھی نہ ہو کہ نعوذباللہ حضور اکرم ﷺ امانتیں لے کر چلے گئے ۔

قرآن وحدیث میں امانت اور اس کے احکام کے متعلق متعدد بارذکر آیا ہے چند آیات و احادیث کا مفہوم پیش ہے ۔

۔۔یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کو پہنچاؤ ۔(النساء)

۔۔ہاں اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ٹھیک ٹھیک ادا کردے ۔(بقرہ)

۔۔اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ سے بے وفائی نہ کرنا اور نہ ہی جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہونا ۔(الانفال)

۔۔اور جو اپنی امانتوں اور عہد کا پاس رکھنے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت کے ساتھ رہیں گے ۔(المعارج)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مفہوم ''امانت کے طور پر رکھی شے کو واپس کرنا چاہئے''۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ کسی کا مال یا سامان بطور امانت اپنے پاس رکھنا باعث اجر وثواب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ ''نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو''(المائدہ)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مفہوم: اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرے (مسلم)

قرآن وحدیث میں وضاحت اور اجماع امت کے ساتھ انسانی زندگی کا تقاضا بھی ہے کہ امانت رکھنے اور لینے کی اجازت دی جائے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اگر بھائی یا دوست یا پڑوسی اپنا مال یا سامان بطور امانت ہمارے پاس رکھنا چاہتا ہے اور ہم اس ذمہ داری کو انجام دے سکتے ہیں تو ہمیں

اپنے نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس کے مال یا سامان کو اپنے پاس بطور امانت رکھ لینا چاہئے اور انشاء اللہ اس عملِ خیر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم ملے گا۔کسی کا مال یا سامان اپنے پاس بطور امانت رکھنا ایک مستحب عمل ہے جو باعثِ اجر وثواب ہے البتہ بعض حالات میں امانت رکھنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص کا مال غیر محفوظ ہے اور آپ کی امانت میں اس کے مال یا سامان کی حفاظت ہو سکتی ہے اور دوسرا ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس شخص کے مال وسامان کو اپنے پاس بطور امانت رکھ لیں تا کہ اس شخص کا مال وسامان محفوظ ہو سکے اگر آپ امانت کی حفاظت نہیں کر سکتے ہیں تو آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھیں اگر کوئی سامان یا رقم بطور امانت رکھ دی گئی تو اس پر متعدد احکام مرتب ہونگے ان میں سے بعض اہم حسبِ ذیل ہیں۔

مال یا سامان امین کے پاس بطور امانت رہے گا۔امین کو حتی الامکان امانت یعنی ودیعہ کی حفاظت کرنی چاہئے۔امانت دہندہ اپنا مال یا سامان کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے،امین امانت کو کسی بھی وقت واپس کر سکتا ہے،امین امانت کی حفاظت یا اس کی بقا کے لئے جو رقم خرچ کرے گا وہ امانت دہندہ کو برداشت کرنی ہوگی۔مثال کے طور پر جانور امانت میں رکھا گیا تو جانور کے چارے وغیرہ کا خرچ،نیز اگر مکان امانت میں رکھا گیا تو اس کی بجلی،پانی وغیرہ کے مصارف اور اس طرح اگر مکان کی حفاظت کی غرض سے کچھ کام کروایا گیا تو اس کے مصارف امانت دہندہ کو برداشت کرنے ہونگے۔امین کے لئے جائز ہے کہ وہ امانت کی حفاظت کے لئے اپنی اجرت کی شرط لگائے۔اگر اجرت طے ہوئی ہے تو امانت دہندہ کو اجرت ادا کرنی ہوگی ہاں اگر اجرت طے نہیں ہوئی لیکن امانت کی حفاظت کے لئے امین کو اپنی زمین کا قابلِ ذکر حصہ استعمال کرنا پڑ رہا ہے تو جمہور علماء کی رائے ہے کہ وہ اس کا کرایہ لے سکتا ہے لیکن امانت میں اصل اپنے بھائی یا پڑوسی یا دوست کی خیر خواہی اور بھلائی مطلوب ہوتی ہے۔لہٰذا شروع میں ہی یہ معاملہ طے ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے تا کہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف رونما نہ ہو۔اجرت لینے کی صورت میں بھی جمہور علماء کی رائے ہے

کہ بطور امانت رکھا ہوا مال یا سامان اگر امین کی خیانت کے بغیر ضائع ہو گیا یا اس میں کچھ نقصان ہو گیا تو امین پر کسی طرح کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا امین کو چاہئے کہ وہ امانت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے ہاں اگر امین نے امانت دہندہ سے امانت میں رکھی ہوئی شے سے استفادہ کرنے کی اجازت لے لی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔اگر امین کے بے جا تصرف کی وجہ سے امانت میں نقصان ہوا ہے تو امین اس کا ذمہ دار ہوگا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے کہ امانت میں رکھا ہوا سامان یا مال بطور امانت ہوگا چنانچہ اگر مال یا سامان امین کی کوتاہی کے بغیر ضائع ہو گیا یا اس میں کچھ نقصان آ گیا تو امین پر کسی طرح کا کوئی مواخذہ نہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر کسی شخص کے پاس امانت رکھی گئی تو وہ اس پر لازم نہیں ہوگی یعنی اگر امین کی کوتاہی کے بغیر امانت ضائع ہوگئی یا اس میں کچھ نقصان ہو گیا تو امین پر کوئی تاوان نہیں ہوگا'' (سنن ابنِ ماجہ)

حضرت ابوبکر صدیق ،حضرت عمر فاروق ،حضرت علی المرتضیٰ ،حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابرؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ امانت امین کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوا کرتی ہے یعنی اگر وہ امین کی کوتاہی کے بغیر ضائع ہوجائے یا اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو امین پر اس کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اور اس میں لوجہ اللہ امانت اپنے پاس رکھی ہے تو نقصان کی صورت میں امین کیوں ذمہ دار بنے گا اگر امین کو ذمہ دار بنا دیا گیا تو کوئی بھی امانت رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوگا پھر سارے لوگ خیر خواہی کے اس عمل سے محروم ہو جائیں گے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں معروف چار آئمہ اور دیگر محدثین ومفسرین وعلما کرام کی بھی یہی رائے ہے کہ اگر امانت دہندہ یہ دعویٰ کرے کہ امین کے بے جا تصرف کی وجہ سے امانت ضائع ہوگئی ہے تو جمہور علما کی رائے ہے کہ امین سے قسم لی جائے گی کہ اس نے امانت میں کوئی زیادتی یا کوتاہی نہیں کی ہے اور امین کی قسم کھانے پر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ وہ امین ہے

اللہ تعالٰی نے ودیعہ کو امانت سے تعبیر کیا ہے لہٰذا اصل میں اس کو بری الذمہ ہی قرار دیا جائے گا الا یہ کہ متعدد شواہد اس کے جھوٹ پر واضح طور سے دلالت کریں۔

خالق کائنات کے حکم سے رحمت للعالمینﷺ نے ایسا حکم صادر فرمایا ہے کہ جس میں معاشرہ کی خیر خواہی ہے کیونکہ امین خدمت خلق کے لئے امانت کو اپنے پاس رکھتا ہے اگر امین کو ضامن قرار دیا جائے تو لوگ امانت رکھنے سے ہی اجتناب کریں گے جس میں عام لوگوں کا ضرر ہے نیز یہ عموی مصلحتوں کے خلاف بھی ہے تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ امانت میں رکھی ہوئی شے کے منافع امانت دہندہ کو ہی ملیں گے مثال کے طور پر جانور امانت میں رکھا تھا بچے کی ولادت ہوگئی اسی طرح امانت میں رکھے ہوئے باغ کے پھل نیز زمین امانت میں رکھی تھی اس کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا وغیرہ امانت دہندہ امانت گزار اور امانت دار امین میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جس کی بنیادی دو شرطیں یہ ہیں کہ دونوں عاقل اور بالغ یا باشعور ہوں اگر امین کا انتقال ہوگیا تو اس کے ورثاء پر لازم ہے کہ امانت یعنی ودیعہ امانت دہندہ کو واپس کریں امین کے کسی لمبے سفر پر جانے کی صورت میں امین کو چاہئے کہ وہ امانت امانت دہندہ کو واپس کر کے جائے اگر اس وقت امانت دہندہ نہ ملے تو کسی شخص کو مکلّف کر دے کہ وہ امانت کو امانت دہندہ کے حوالے کرے کیونکہ حضور اکرمﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان تمام امانتوں کو ان کے مالکان کو واپس کرنے کی ذمہ داری دی تھی۔ ہاں اگر امانت دہندہ امین کے سفر کے باوجود امانت کو اس کی امانت میں رکھنے پر راضی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

امانت دہندہ کو چاہئے کہ امانت کی واپسی پر امین کا شکریہ ادا کرے کیونکہ اس نے لوجہ اللہ یہ خدمت انجام دی ہے حضور اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا کیا شکر ادا کرے گا'' (ترمذی) اگر امانت دہندہ امین کو کوئی ہدیہ بھی پیش کر دے تو بہتر ہے۔ حضور اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر تمہارے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کرے تو تم اس کو کچھ اپنی طرف سے پیش کر دو اگر تمہارے پاس ہدیہ دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے تو تم اس کے لئے خوب دعائیں کرو'' (ابوداؤد)

دوسری جانب امانت دار کو اس پر کوئی احسان نہیں جتانا چاہیے بلکہ اس نے حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چل کر یہ عملِ خیر کیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے اس عملِ خیر کے قبول ہونے اور اس پر اجرو ثواب کی دعا کرنی چاہیے۔

جس طرح امانت میں رکھی شے کی حفاظت کرنا امین کی ذمہ داری ہے اسی طرح یہ دنیا بھی فانی زندگی، مال و اولاد ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں لہٰذا ہمیں ہمیشہ ان امانتوں کی صحیح ادائیگی کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کا بوجھ اٹھا لیا (سورۃ الاحزاب)۔ اپنی اخروی زندگی کی تیاری کے ساتھ اپنے بچوں اور ماتحتوں کے مرنے کے بعد کی زندگی کی بھی تیاری کی فکر کرنا ہماری ذمہ داری ہے جس کے متعلق قیامت کے دن ہم سے پوچھا جائے گا اگر ہم ملازمت کر رہے ہیں تو کام کے اوقات ہمارے لئے بطور امانت ہیں لوگوں سے جو ہم عہد و پیمان کرتے ہیں وہ بھی ہمارے پاس بطور امانت ہیں اگر کسی شخص نے اپنے راز کی باتیں ہمیں بتائیں تو وہ بھی ہمارے پاس امانت ہیں ان کا پورا کرنا ہماری شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے تو بس قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''منافق کی تین علامتیں ہیں: جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔'' (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو امانتوں کی حفاظت کرنے والا بنائے اور ہمیں امانت دہندہ تک صحیح سالم امانت لوٹانے والا بنائے۔ آمین

اقدار

(حکیم محمد سعیدؒ)

جہاز رانی میں جو اہمیت لنگر کی ہے' اس سے کہیں زیادہ انسانی زندگی میں اقدار کی ہے۔ لنگر جہاز کے سامان کے تحفظ کا صرف ایک جزو ہے' اگرچہ وہ اپنے دائرہ خاص میں جہاز کو طوفانی خطرات سے اور بحر ذخار کی موجوں میں بے راہ روی کا شکار ہونے سے بچاتا ہے۔ جہاز کی سمت سفر اور منازل راہ متعین کرنے اور اس کی جہازیت کو ترقی وکمال عطا کرنے میں لنگر کو سرے سے کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اقدار حیات انسان کی وہ متاع بے بہا ہیں کہ جس پر فرد اور معاشرے کی ساری زیست کا دارومدار ہوتا ہے۔ یہ وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہوتی ہے۔ یہ اصول ومبادی کا وہ مجموعہ ہیں جس پر خیر وشر کے افکار ونظریات کی عمرانی عمارت استوار ہوتی ہے۔ اقدار ہماری زندگی کا نصب العین' ہمارے کردار کا پیمانہ اور ہماری سعی وجہد کا اصل محرک ہیں۔ اقدار ہی درحقیقت وہ روح ہے جو ہماری تہذیب کو تسلسل' ترقی اور تابندگی کی تڑپ سے سرشار کرتی ہے۔

انسان کی حقیقت کے فہم وادراک کیلئے کئی زاویوں سے کوشش کی گئی ہے۔ کسی نے اسے حیوان ناطق کہا' کسی نے اسے عمرانی ہستی قرار دیا' کسی نے اسے معاشی حیوان کا درجہ دیا اور کسی نے اسے شہوانی رنگ میں دیکھا۔ اگر یہ تصور قائم کرلیا جائے کہ ان زاویہ ہائے نگاہ کا کوئی اثر انسان کے پورے طرز فکر وعمل پر نہیں ہوا تو اس سے بڑھ کر فریب فکر اور کوئی نہ ہوگا۔ عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی محیر العقول ترقی اور اس کی الف لیلائی ایجادات نے بظاہر تمدن کو رشک جنت بنا دیا ہے' لیکن اہل نظر کے سوا بالعموم یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان خیرہ کن آسائشوں سے متمتع ہونے والے انسانوں کی تعداد اس کرۂ ارض پر آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں' نیز جو لوگ ان کے فوائد کے مزے لوٹ رہے ہیں'

خود ان کی زندگی دردوکرب کے کما سوروں سے خالی نہیں۔ایسا کیوں ہے؟ یہ مختصر سوال تہذیب جدید ہی کا سب سے بڑا مسئلہ نہیں ہے‘بلکہ یہ ہمیشہ انسان کی توجہ کا مرکز ومحور رہا ہے۔تاریخ تہذیب گواہ ہے کہ انسان اس کے جواب کی تلاش میں اپنے دشت زعم میں بھٹکتا رہا ہے‘لیکن سرابوں کے تعاقب میں اس کی آبلہ پائی ایک داستان طویل بن کررہ گئی ہے۔صرف ایک جگہ سے ہدایت کی یہ صدا سنائی دیتی ہے۔

”خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے اور اس کا حاصل کیا ہے؟ یہ محض زبان سے جذبہ عبودیت کے اظہار اور حمد ستائش کے الفاظ کی ادائی پر محمول نہیں ہے۔یہ ہے تو یہی کچھ‘لیکن صرف یہی کچھ نہیں۔زبان سے اقرار و تکرار کی ضرورت یقینی اور نا قابل انکار ہے‘لیکن صرف یہی کچھ نہیں۔‘لیکن یہ ابتدا ہے‘انتہا نہیں۔ اس کے ساتھ ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وہ سلسلہ ہے جو پوری عملی زندگی کو محیط ہے۔دراصل اسی سلسلے کی کڑیوں کے تین بڑے اجزاء ہیں: قلبی تصدیق‘زبانی اقرار اور عملی کردار۔جب تک ان تینوں اجزاء کو مربوط وہم آہنگ انداز سے ایک دوسرے سے منسلک نہ کردیا جائے تب تک وہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا جو ان کے وجود کا جواز بن سکے۔ان کی ہم آہنگی ہی سے ان اقدار کی تشکیل ہوتی ہے جو ذکر اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور جن کا نچوڑ ہمیں اس اعلان واعتراف میں ملتا ہے کہ:

”کہو! میری نماز میرے لیے مراسم عبودیت میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول اگر حیاتِ انسانی کی اعلیٰ ترین قدر ٹھہرالی جائے تو اس میں حسد وبغض‘کینہ وکمینگی‘نفرت وعداوت اور بہیمیت وبربریت کی گنجائش باقی نہ رہتی‘بلکہ اس پر عدل ومحبت کا رنگ لطیف چھا جاتا ہے۔اس میں فرد ومعاشرہ ہوس نفس کا شکار ہونے کے بجائے ایثار وتعاون کے پیکر بن جاتے ہیں۔مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے انہی امکانات کی نشان دہی رب کریم نے اس طرح فرمادی ہے:

”زمانے کی قسم‘انسان درحقیقت خسارے میں ہے‘سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے‘اور نیک اعمال کرتے رہے‘اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔“

اسلام نے جو اقدار انسان کو دی ہیں' ان میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر ایمان ہے اور اس کے ساتھ ہی ملائکہ پر کتب سماوی پر انبیا علیہم السلام پر اور یوم آخرت پر ایمان ہے۔ یہ قدر ایمان محض ایک مابعد الطبیعاتی مشق نہیں کہ جس کا تعلق تخیل کی پرواز تک محدود ہو یا جس کے اظہار واقرار کیلئے چند الفاظ کی ادائیگی کافی سمجھی جاسکتی ہو۔ یہ بطور عقیدہ تو عشق کی حد تک ضروری ہے' لیکن اس کی جولانی کے عملی میدانوں میں تگ وتاز کے جوہر دکھائے بغیر یہ بے اثر' بالکل ادھوری اور قطعی غیر مکمل مشق ہے۔ زندگی کی اقدار کوئی جادو منتر نہیں ہیں کہ ان کو زبان سے پڑھ لینے پر اکتفا کیا جاسکے۔ انہیں اپنے شب وروز کا لباس بنائے بغیر یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان کو اپنانے کا حق ادا ہو گیا۔ اقدار تو ہمیشہ اس لیے ہوتی ہیں کہ ان پر عمرانی' معاشی' اخلاقی' مذہبی اور سیاسی زندگی کی عمارت اٹھائی جائے۔ زندگی کا نقشہ اسی قسم کا بنتا ہے جس قسم کی اقدار ہوں اور جس حد تک ان اقدار پر صدق دلی' محنت' لگن' جوش' تدبر اور عزم سے عمل کیا جائے۔

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک طرف اقدار حیات کا کوئی مجموعہ اصولاً کم سواد ہو' لیکن انہیں مقام رفیع تک پہنچادیں۔ دوسری طرف ایک فی الحقیقت بلند ترین اقداری سسٹم ہو جو اپنے ماننے والوں کی کم ظرفی اور بے ہمتی کی بدولت اپنا فطری رنگ نہ دکھا سکے۔ اگرچہ تاریخ اپنے ایک دور میں یہ ثابت کر چکی ہے کہ اسلام کا مجموعہ اقدار جامع' بے مثل اور اعلیٰ ترین ہے' لیکن اس کی یہ رفعت وعمدگی خود بخود لوگوں کی جھولی میں نہیں آجاتی۔ یہ کل کے کارناموں کی اسی ژرف نگاہی' بصیرت' عزیمت' سیرت' ولولہ' ایمان' امنگ اور عمل کی طالب ہے جن کو دیکھ کر آج بھی دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ایسی اقدار کا بنانا اور باہم ایک مربوط ومتحرک نظام میں سمو دینا عام انسانوں کا کام نہیں تھا۔ یہ نعمت انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسط سے عطا کر دی۔ ان اقدار کو اپنانا اور انہیں اپنے وجود کے ذرے ذرے کا جزو لاینفک بنالینا انسان کا کام ہے۔ ان کا کرشمہ کل دکھایا جاچکا ہے۔ آج اسی کے دکھانے کی ذمے داری کی سعادت ہمیں حاصل ہے۔ اس احساس میں ڈوب کر بارگاہ ایزدی میں دعا کیجیے کہ ہم اپنی اقدار سے محبت کریں اور ان کا کرشمہ دکھانے کے اہل ثابت ہوں۔

دین اور شریعت

(سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ)

دین اور شریعت کا فرق: دین اسلام یہ ہے کہ تم خدا کی ذات وصفات اور آخرت کی جزا و سزا پر اس طرح ایمان لاؤ جس طرح خدا کے سچے پیغمبروں نے تعلیم دی ہے۔ خدا کی کتابوں کو مانو اور تمام من مانے طریقے چھوڑ کر اسی طریقے کو سجھو جس کی طرف ان کتابوں میں راہنمائی کی گئی ہے۔ خدا کے پیغمبروں کی اطاعت کرو اور سب کو چھوڑ کر انہی کی پیروی کرو۔ خدا کی عبادت میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہ کرو۔ اسی ایمان اور عبادت کا نام دین ہے اور یہ چیز انبیاء کی تعلیمات میں مشترک ہے۔

اس کے بعد ایک چیز دوسری بھی ہے جس کو شریعت کہتے ہیں۔ یعنی عبادت کے طریقے، معاشرت کے اصول، باہمی معاملات اور تعلقات کے قوانین، حرام اور حلال، جائز اور ناجائز کے حدود وغیرہ۔ ان امور کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے حالات کا لحاظ کر کے اپنے پیغمبروں کے پاس مختلف شریعتیں بھیجی تھیں، تاکہ وہ ہر قوم کو الگ الگ شائستگی اور تہذیب و اخلاق کی تعلیم دے کر ایک بڑے قانون کی پیروی کے لئے تیار کرتے رہیں۔ جب یہ کام مکمل ہوگیا تو اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو وہ بڑا قانون دے کر بھیج دیا جس کی تمام دفعات تمام دنیا کے لئے ہیں۔ اب دین تو وہی ہے جو پچھلے انبیاء نے سکھایا تھا، مگر پرانی شریعتیں منسوخ کر دی گئی ہیں اور ان کی جگہ ایسی شریعت قائم کی گئی ہے جس میں تمام انسانوں کے لئے عبادت کے طریقے اور معاشرت کے اصول اور باہمی معاملات کے قانون اور حلال و حرام کی حدود یکساں ہیں۔

احکام شریعت معلوم کرنے کے ذرائع: شریعت محمدی ﷺ کے اصول اور احکام معلوم کرنے کے ہمارے پاس دو ذریعے ہیں۔ ایک قرآن مجید، دوسرے حدیث۔ قرآن مجید کے متعلق

تو تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کا ہر لفظ اللہ کی طرف سے ہے۔ رہی حدیث تو اس سے وہ روایتیں مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی قرآن کی تشریح تھی۔ نبی ہونے کے بعد سے ۲۳ سال کی مدت تک آپ ﷺ ہر وقت تعلیم اور ہدایت میں مشغول رہے اور اپنی زبان اور اپنے عمل سے لوگوں کو بتاتے رہے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ اس زبردست زندگی میں صحابیؓ مرد اور صحابیہ عورتیں اور خود آنحضرت ﷺ کے عزیز رشتہ دار اور آپ ﷺ کی بیویاں، سب کے سب آپ ﷺ کی ہر بات غور سے سنتے تھے، ہر کام پر نگاہ رکھتے تھے اور ہر معاملے میں جو ان کو پیش آتا تھا، آپ ﷺ سے شریعت کا حکم دریافت کرتے تھے۔ کبھی آپ ﷺ فرماتے فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو، جو لوگ حاضر ہوتے وہ اس فرمان کو یاد کر لیتے تھے۔ اسی طرح کبھی آپ ﷺ کوئی کام کسی خاص طریقے پر کیا کرتے تھے۔ دیکھنے والے اس کو بھی یاد رکھتے تھے اور نہ دیکھنے والوں سے بیان کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فلاں کام فلاں طریقے پر کیا تھا۔ اسی طرح کبھی کوئی شخص آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کرتا تو آپ ﷺ یا تو اس پر خاموش رہتے، یا ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے، یا منع کر دیتے تھے۔ ان سب باتوں کو بھی لوگ محفوظ رکھتے تھے۔ ایسی جتنی باتیں صحابیؓ مردوں اور صحابیہ عورتوں سے لوگوں نے سنیں، ان کو بعض نے یاد کر لیا اور بعض نے لکھ لیا اور یہ بھی یاد کر لیا کہ یہ خبر ہم کو کس سے پہنچی ہے۔ پھر ان روایتوں کو رفتہ رفتہ کتابوں میں جمع کر لیا گیا۔ اس طرح حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم ہو گیا، جس میں خصوصیت کے ساتھ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ کی کتابیں بہت مستند خیال کی جاتی ہیں۔

فقہ: قرآن اور حدیث کے احکام پر غور کر کے بعض بزرگان دین نے عام لوگوں کی آسانی کے لئے مفصل قوانین مرتب کر دیے ہیں جن کو "فقہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چونکہ ہر شخص قرآن کی تمام باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا نہ ہر شخص کے پاس حدیث کا ایسا علم ہے کہ وہ خود شریعت کے احکام معلوم کر سکے، اس لیے جن بزرگان دین نے برسوں کی محنت اور غور و تحقیق کے بعد "فقہ" کو مرتب کیا ہے ان کے بار احسان سے دنیا کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ یہ انہی کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج کروڑوں

مسلمان بغیر کسی زحمت کے شریعت کی پیروی کر رہے ہیں اور کسی کو خدا اور رسول ﷺ کے احکام معلوم کرنے میں دقت نہیں پیش آتی۔

ابتدا میں بہت سے بزرگوں نے فقہ کو اپنے اپنے طریقے پر مرتب کیا تھا، مگر رفتہ رفتہ چار فقہیں دنیا میں باقی رہ گئیں اور آج دنیا کے مسلمان زیادہ تر انہی کی پیروی کرتے ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ، جس کی ترتیب میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور ایسے ہی چند اور بڑے بڑے علماء کا مشورہ بھی شامل تھا۔ اسے فقہ حنفی کہا جاتا ہے۔

۲۔ امام مالکؒ کی فقہ۔ یہ فقہ مالکی کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ امام شافعیؒ کی فقہ۔ یہ فقہ شافعی کہلاتی ہے۔

۴۔ امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ۔ اس کو فقہ حنبلی کہتے ہیں۔

یہ چاروں فقہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد دو سو برس کے اندر مرتب ہو گئی تھیں۔ ان میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ بالکل قدرتی اختلافات ہیں۔ چند آدمی جب کسی معاملے کی تحقیق کرتے ہیں یا کسی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی تحقیق اور سمجھ میں تھوڑا بہت اختلاف ضرور آتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ سب حق پسند اور نیک نیت اور مسلمانوں کے خیر خواہ بزرگ تھے، اس لیے تمام مسلمان ان چاروں فقہوں کو برحق مانتے ہیں۔

البتہ یہ ظاہر ہے کہ ایک معاملے میں ایک ہی طریقے کی پیروی کی جا سکتی ہے، چار مختلف طریقوں کی پیروی نہیں کی جا سکتی، اس لیے اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان چاروں میں سے کسی ایک کی پیروی کرنی چاہئے۔ ان کے علاوہ علماء کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ کسی خاص فقہ کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علم رکھنے والے آدمی کو براہ راست قرآن اور حدیث سے احکام معلوم کرنے چاہئیں، اور جو لوگ علم نہ رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ جس عالم پر بھی ان کا اطمینان ہو اس کی پیروی کریں۔ یہ لوگ اہل حدیث کہلاتے ہیں اور اوپر کے چار گروہوں کی طرح یہ بھی حق پر ہیں۔

تصوف: فقہ کا تعلق انسان کے ظاہری عمل سے ہے۔ وہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ تم کو جیسا

اور جس طرح حکم دیا گیا تھا اس کو تم بجا لائے یا نہیں؟ اگر بجا لائے ہو تو فقہ کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ دل کے حال سے جو چیز بحث کرتی ہے وہ تصوف ہے۔ مثلاً تم نماز پڑھتے ہو۔ اس عبادت میں فقہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ تم نے وضو ٹھیک کیا ہے، قبلہ رو کھڑے ہوئے ہو، نماز کے تمام ارکان ادا کیے ہیں، جو چیزیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب پڑھ لی ہیں اور جس وقت جتنی رکعتیں مقرر کی گئی ہیں، ٹھیک اسی وقت اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ جب یہ سب تم نے کر دیا تو فقہ کی رو سے تمہاری نماز پوری ہو گئی۔ لیکن تصوف یہ کہتا ہے کہ اس عبادت میں تمہارے دل کا کیا حال رہا؟ تم خدا کی طرف متوجہ ہوئے یا نہیں؟ تمہارا دل دنیا کے خیالات سے پاک ہوا یا نہیں؟ تمہارے اندر نماز سے خدا کا خوف اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین، اور صرف اسی کی خوشنودی چاہنے کا جذبہ بھی پیدا ہوا یا نہیں؟ اس نماز نے تمہاری روح کو کس قدر پاک کیا؟ تمہارے اخلاق کہاں تک درست کیے؟ تم کو کس حد تک سچا اور پکا عملی مسلمان بنا دیا؟ یہ تمام باتیں جو نماز کے اصل مقصد سے تعلق رکھتی ہیں جس قدر کمال کے ساتھ حاصل ہوں گی تصوف کی نظر میں تمہاری نماز اتنی ہی زیادہ کامل ہو گی اور ان میں جتنا نقص رہے گا، اسی لحاظ سے وہ تمہاری نماز کو ناقص قرار دے گا۔ اسی طرح شریعت کے جتنے احکام ہیں، ان سب میں فقہ صرف یہ کہتی ہے کہ تم کو یہ حکم جس صورت میں دیا گیا تھا اسی صورت میں تم اسے بجا لائے یا نہیں، اور تصوف یہ دیکھتا ہے کہ اس حکم سے عمل کرنے میں تمہارے اندر خلوص اور نیک نیتی اور سچی اطاعت کس قدر تھی۔

اس فرق کو تم ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ جو کوئی شخص تم سے ملتا ہے تو تم اس پر دو حیثیتوں سے نظر ڈالتے ہو۔ ایک حیثیت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ صحیح و تندرست ہے یا نہیں۔ اندھا، لنگڑا، لولا تو نہیں۔ خوب صورت ہے یا بدصورت۔ اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں یا میلا کچیلا ہے۔ دوسری حیثیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق کیسے ہیں۔ اس کی عادات و خصائل کا حال کیا ہے۔ اس کی عقل، سمجھ بوجھ کیسی ہے۔ وہ عالم ہے یا جاہل، نیک ہے یا بد۔ ان میں سے پہلی نظر گویا فقہ کی ہے اور دوسری نظر گویا تصوف کی ہے۔ دوستی کے لئے جب تم کسی شخص کو پسند کرنا چاہو گے تو اس کی شخصیت کے دونوں پہلوؤں کو دیکھو گے۔ تمہاری خواہش ہو گی کہ اس کا ظاہر بھی اچھا ہو اور باطن بھی اچھا۔ اسی طرح اسلام میں بھی

پسندیدہ زندگی وہی ہے جس میں شریعت کے احکام کی پابندی ظاہر کے اعتبار سے بھی صحیح ہو اور باطن کے اعتبار سے بھی۔ جس شخص کی ظاہری اطاعت درست ہے مگر باطن میں اطاعت کی روح نہیں ہے اس کے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی خوب صورت ہو مگر مردہ ہو۔ اور جس شخص کے عمل میں تمام باطنی خوبیاں موجود ہوں مگر ظاہری اطاعت درست نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بہت شریف اور نیک ہو مگر بدصورت اور اپاہج ہو۔

اس مثال سے تم کو فقہ اور تصوف کا باہمی تعلق بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ بعد کے زمانوں میں علم اور اخلاق کے زوال سے جہاں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں، تصوف کے پاک چشمے کو بھی گندا کر دیا گیا۔ لوگوں نے طرح طرح کے غیر اسلامی فلسفے گمراہ قوموں سے سیکھے اور ان کو تصوف کے نام سے اسلام میں داخل کر دیا۔ عجیب عجیب قسم کے عقیدوں اور طریقوں پر تصوف کا نام چسپاں کیا جن کی کوئی اصل قرآن اور حدیث میں نہیں ہے۔ پھر اس قسم کے لوگوں نے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو شریعت کی پابندی سے بھی آزاد کر لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ تصوف کا شریعت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ کوچہ ہی دوسرا ہے۔ صوفی کو قانون اور قاعدے کی پابندی سے کیا سروکار۔ اس قسم کی باتیں اکثر جاہل صوفیوں سے سننے میں آتی ہیں، مگر دراصل یہ بالکل غلط ہیں۔ اسلام میں کسی ایسے تصوف کی گنجائش نہیں ہے جو شریعت کے احکام سے بے تعلق ہو۔ کسی صوفی کو یہ حق نہیں کہ وہ نماز اور روزے اور حج اور زکوٰۃ کی پابندی سے آزاد ہو جائے۔ کوئی صوفی ان قوانین کے خلاف عمل کرنے کا حق نہیں رکھتا جو معاشرت اور معیشت اور اخلاق اور معاملات اور حقوق و فرائض اور حدود و حلال و حرام کے متعلق خدا اور رسول ﷺ نے بتائے ہیں کوئی ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ کی صحیح پیروی نہ کرتا ہو اور آپ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے طریقے کا پابند نہ ہو، مسلمان صوفی کہلائے جانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔ تصوف تو درحقیقت خدا اور رسول ﷺ کی صحیح محبت بلکہ عشق کا نام ہے اور عشق کا تقاضا ہے کہ خدا کے احکام اور رسول ﷺ کی پیروی سے بال برابر بھی انحراف نہ کیا جائے۔ پس اسلامی تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ شریعت کے احکام کو انتہائی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بجالانے اور اطاعت میں خدا کی محبت اور اس کے خوف کی روح بھر دینے ہی کا نام تصوف ہے۔

شفاء کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

علم طب ایک ایسا گہرا اور وسیع و عریض علم ہے جس کی وسعت تک آج تک کوئی طبیب نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے علم طب کو نباتات اور علم الابدان سے لازم و ملزوم کر کے انسان کی عقل کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے چنانچہ حکماء کے مشاہدات و تجربات اور مجربات جو علم طب میں غوطہ زن ہو کر اخذ کیے گئے ہیں وہ عوام الناس کی بہتری اور بھلائی کے لیے ایک مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان صحت بخش زندگی پا کر حقوق اللہ اور حقوق العباد اور معاشرے کی دیگر ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے ادا کر سکتے ہیں۔ قارئین کرام کی نظر کئے دیتے ہیں یہ طبی مشورے درج ذیل ہیں۔

☆ اچھی صحت کے لیے صبح کی سیر لازمی کرنی چاہیے۔

☆ جو خواتین وحضرات ضعیف یا عمر رسیدہ ہو چکے ہیں وہ گھر کے صحن یا چھت پر ہی چہل قدمی کر کے تازہ آکسیجن حاصل کریں لمبے لمبے سانس لیں۔

☆ دانتوں کی صفائی از حد ضروری ہے اور روزانہ دوبارہ یعنی صبح اور رات کو سوتے وقت ضرور کریں۔

☆ دانتوں کی صفائی غذا کے استعمال کے بعد کرنی چاہیے روزانہ تازہ پانی سے غسل کرنے سے آدھی بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔

☆ بوڑھے، ضعیف اور مریض یا خواتین وحضرات گرم یا سرد پانی کی سہولت سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

☆ کھانا وقت مقرر پر کھانا چاہیے، رات کا کھانا مغرب سے پہلے یا فوراًبعد کھانا چاہیے، جہاں تک ممکن ہو غذا تازہ استعمال کرنی چاہیے، باسی اور گلی سڑی غذاؤں سے بھوکا رہنا بہتر ہے کیونکہ یہ نہایت مضر صحت ہوتی ہے۔

☆ کھانا ہمیشہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق سادہ اور پیٹ میں جگہ رکھ کر کھانا چاہیے کھانے پینے کی چیزیں صاف ستھرے برتنوں میں ڈھانپ کر رکھنی چاہیں کھانے کے بعد حتیٰ الوسع کچھ نہ کچھ پیدل ضرور چلنا چاہیے۔

☆ بھوک لگنے پر ہی کھانا کھانا چاہیے۔کھانے کے دوران پانی نہیں پینا چاہیے پانی غذا سے گھنٹہ پہلے یا کھانے کے دو گھنٹے بعد پینا چاہیے۔اگر کھانے کے ساتھ پانی پینے کی ضرورت پڑ بھی جائے تو صرف اس قدر پینا چاہیے جو غذا کے قوام کو زیادہ رقیق نہ کر دے، اگر قوام رقیق ہو جائے تو معدے کی حرکات دودیہ اس غذا کو الٹ پلٹ نہیں کر سکے گی۔اس طرح غذا دیر سے ہضم ہو گی۔اور معدہ دن بدن ضعیف ہوتا چلا جائے گا۔

☆ دوقسم کے گوشت ایک ہی وقت میں معدے میں اکٹھے نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ کسی کا وقت ہضم کچھ ہوتا ہے اور کسی کا کچھ اور جس سے مرض کے جنم لینے کے قوی امکان ہیں۔

☆ تین وقت کے کھانوں میں ایک وقت پھلوں کو دے دو۔ان میں بہت سے حیاتین پائے جاتے ہیں۔یہ حیاتین (وٹامنز) صحت کیلئے نفع بخش ہوتے ہیں۔موسم کا پھل ضرور کھانا چاہیے۔ڈرائی فروٹ کا استعمال بھی لازمی کرنا چاہیے۔

☆ صبح خالی پیٹ پانی نہیں پینا چاہیے۔چنانچہ پیاس بہت نہ لگی ہو۔کچھ لوگ صبح خالی معدے پانی پیتے ہیں۔ان کا موقف ہے کہ خالی پیٹ پانی پینے سے قبض نہیں ہوتی کوئی کہتا ہے کہ جوڑوں کے درد کو فائدہ ہوا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ بلڈ پریشر ہائی نہیں ہوتا۔وغیرہ وغیرہ خالی پیٹ پانی پینے کے مابعد اثرات سے ہر کوئی واقف نہیں ہوتا ہر چیز کے استعمال کی ایک حد مقرر ہے۔ اکثر لوگوں کو علم نہ ہے کہ صبح خالی پیٹ پانی پینے سے معدہ دن بدن ضعیف ہوتا چلا جاتا ہے غذا کھانے

سے پیٹ بھاری رہنے لگتا ہے۔اس عادت سے مثانہ کمزور ہوکر کثرت بول کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے گردے ضعیف ہو جاتے ہیں جس سے کمر درد رہتا ہے بھوک کم لگتی ہے۔ پیشاب زرد رنگ کم مقدار بار بار آتا ہو تو جسم کو پانی کی ضرورت ہے۔صبح خالی معدے پانی پیا فائدے مند ثابت ہوگا۔ جب پیشاب زردی مائل سفید ہو جائے۔اب ضرورت ختم ہو چکی ہے فوراً ہاتھ روک دینا چاہیے۔ دو کھانوں کے درمیانی وقفہ میں جتنا چاہے پانی پی لیں۔اس کا نقصان نہیں۔

☆ سالن شوربے والے پکائیں یہ قبض نہیں ہونے دیتے۔قبض نہ ہو تو کم از کم ستر فیصد امراض سے انسان بچ سکتا ہے۔ ریشہ دار سبزیاں زیادہ استعمال کرنی چاہئیں جس سے آنتیں صاف رہیں گی۔آنتیں صاف رہیں گی تو صحت ہی صحت ہے۔

☆ کھانا ہمیشہ بیٹھ کر کھانا چاہیے۔اور پانی بھی بیٹھ پیا چاہیے۔جس سے ضعف معدہ کے امراض سے بچا جا سکتا ہے۔یہ سنت بھی ہے۔

☆ عورتوں میں معدے کی سب سے زیادہ بیماریاں کھڑے ہوکر پانی پینے سے ہوتی ہیں۔کچن میں کام کے دوران پیاس لگنے پر کھڑی کھڑی ہی پانی کا گلاس اکثر ایک ہی سانس میں پی جاتی ہیں۔اور کھانا بھی کھڑے ہوکر کھاتی ہیں جس سے امراض جنم لیتے ہیں۔

☆ کھانے کے ساتھ سلاد ضرور کھائیں اس میں بہت مفید حیاتین ہوتے ہیں خصوصاً بند گوبھی میں۔کھانا نہ تو اتنا ٹھنڈا ہو کہ رغبت ہی نہ رہے اور نہ ہی اتنا گرم ہو کہ کھایا نہ جائے۔

☆ سب سے ضروری ہدایت یہ ہے کہ سالن کی مقدار کم سے کم کھائیں۔کیونکہ کیمیکل کی بھر مار ہے۔آپ جو سبزی کھا رہے ہیں۔یہ در پردہ کیمیکلز ہیں۔صرف سبزی کا لیبل ہی لگا ہوا ہے۔اگر گوشت کی رغبت رکھیں تو یہ بھی فارم کا ہے۔جہاں جانور کیمیکل چارے سے پالے جاتے ہیں اس لئے امراض کی بہتات ہے۔

☆ کھانا کھانے کے بعد چائے پینے کی عادت دن بدن معدے کے اعصاب اور عضلات کو تحلیل کرتی ہے جس سے بعد میں بہت پچھتانا پڑتا ہے۔کھانے کے بعد اگر کچھ گرم پینے

کی چاہت ہے۔تو مجوزہ قہوے پئیں جو نقصان کی بجائے غذا کے ہضم ہونے میں معاون مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

1-قہوہ لونگ دارچینی:۔

اس قہوے کے استعمال سے جو طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ چائے سے نہیں ہوسکتے۔ ایک گرام دارچینی، 5 تا 7 لونگ ایک گلاس پانی میں اچھی طرح ابالیں۔پھر اس میں لیموں نچوڑ کر نمکین یا میٹھا کر کے استعمال کریں۔ ہیضے کیلئے مفید ترین ہے۔یہ قہوہ جسم میں گرتی ہوئی حرارت کو بحال کرتا ہے حرارت غریزی کو مشتعل کرتا ہے۔جگر کو طاقت دیتا ہے۔پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔ آنتوں کی قوت ماسکہ بڑھاتا ہے۔اس کے استعمال سے گردے پیشاب زیادہ بنانے لگتے ہیں۔ اسے بار بار پینے سے حیض جاری ہوجاتا ہے۔

2-قہوہ اجوائن پودینہ:۔

اجوائن ایک چائے والا چمچ آدھا چمچ پودینہ خشک پانی میں جوش دے کر قہوہ پکایا جاتا ہے۔ایک کپ پانی مقدار استعمال کریں نمکین یا میٹھا کر کے استعمال کریں۔یہ قہوہ گیس خارج کرتا ہے ہاضمہ بڑھاتا ہے۔خصوصاً ہیضہ میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔گرم مزاج کے موافق نہ ہے۔

3-قہوہ ادرک:۔

ادرک کے قہوے کے بڑے فوائد ہیں۔ادرک ہاضمہ کے فعل کو تیز کرتا ہے۔ریاح یعنی گیس بھی خارج کرتا ہے۔اور آئندہ پیدا بھی نہیں ہونے دیتا۔بھوک بڑھاتا ہے۔چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے۔پسینہ لاتا ہے۔ بخاروں کے بعد جب بھوک نہیں لگتی تو نظام ہضم کو بہتر کرتا ہے۔ بصارت بہتر کرتا ہے۔دماغ کیلئے مقوی ہے۔دماغ کی خشکی دور کر کے نیند لاتا ہے۔بواسیر (دموی، سوداوی) کو نہایت فائدہ مند ہے۔غرضیکہ انسانی صحت خصوصاً معدے کے افعال کو فعال رکھنے میں نہایت اعلیٰ چیز ہے۔

ضرر:۔ادرک کا کثرت سے استعمال دل میں مضعف کیفیت پیدا کرتا ہے۔معدہ اور

آنتوں میں سوزش پیدا کرتا ہے۔ پیشاب کی جلن بڑھاتا ہے۔ مادہ منویہ کو رقیق کر کے سرعت انزال میں مبتلا کرتا ہے۔ جریان اور تقصیرالبول میں اضافہ کرتا ہے۔

4-قہوہ تیز پات:-

اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ سفوفاً ایک گرام ایک کپ پانی میں پکا کر دن میں دو تین بار پیا جا سکتا ہے۔ کاسر ریاح ہے یعنی پیٹ میں سے ریح کو خارج کرتا ہے۔ سرد مزاجوں کیلئے مقوی معدہ ہے۔

5-قہوہ اجوائن دیسی اور پودینہ:-

مزاج کے لحاظ سے گرم خشک ہے۔ سفوفاً دو گرام ایک کپ پانی میں پکا کر پیا جا سکتا ہے۔ اجوائن اور پودینہ طبی دنیا کی بہترین ہاضم دوا ہے۔ ریاح کا خاتمہ کرتی ہے۔ سردی کے بخاروں کیلئے برس ہا برس کی آزمودہ دوا ہے۔ ہیضہ میں اجوائن پودینے کا قہوہ لیموں نچوڑ کر دینے سے فوراً فائدہ ہوتا ہے۔ اگر اس میں شہد ڈال لیا جائے تو اور بھی موثر ہو جاتا ہے۔

6-قہوہ زیرہ سفید اور الائچی سبز:-

مزاج کے لحاظ سے گرم تر ہے۔ کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ معدے کی جلن کو دور کرتا ہے۔ بھوک صالح پیدا کرتا ہے۔ اگر اس میں دودھ ڈال کر چائے کی طرح بنا کر پیا جائے۔ تو خصوصاً معدے کے السر کو مفید ہے۔ بواسیر ریاحی کیلئے عمدہ چیز ہے ہچکی کیلئے مفید ہے۔

7-سونف کا قہوہ:-

سونف کا قہوہ پیٹ میں نفاخ دور کرتا ہے یعنی ابھارہ کیلئے مفید ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔ ضعف بصر کیلئے نہایت مفید دوا ہے۔ خشک کھانسی کیلئے اس میں شہد ملا کر پئیں پیشاب کی معمولی جلن دور ہو جاتی ہے۔

دانشِ رومیؒ و سعدیؒ

خموشی

(ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

نقصان مایہ:

ایک تاجر کو ہزار دینار کا خسارہ ہوا۔ بیٹے سے کہنے لگا کہ کسی سے ذکر نہ کرنا۔ بیٹے نے پوچھا کہ اس بات کو چھپانے میں کیا مصلحت ہے؟

گفت تا مصیبت دو نہ شود　　یکے نقصان مایہ دیگر شماتتِ ہمسایہ

(کہا۔ تا کہ مصیبت دوہری نہ ہو جائے۔ اول نقصان مایہ دوم شادی ہمسایہ)

شماتت کا مطلب ہے خوش ہونا، بغلیں بجانا

جوانِ خردمند:

ایک باعلم و ہنر نوجوان علمی محفلوں میں اکثر شامل ہوتا۔ لیکن ازاول تا آخر چپ رہتا۔ کسی نے پوچھا کہ اس قدر عالم ہونے کے باوجود تم خاموش کیوں رہتے ہو۔ کہنے لگا۔ کہ اگر بولوں تو ڈرتا ہوں کہ اہل محفل کوئی ایسی بات نہ پوچھ لیں جو میں نہیں جانتا۔ اور سر محفل رسوائی ہو۔

دانا کے نادان:

جالینوس نے ایک نادان کو دیکھا کہ ایک دانا کو پیٹ رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر جالینوس نے کہا کہ اگر یہ دانا درحقیقت دانا ہوتا تو اس نادان سے نہ پٹتا۔

جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم جو پہلی صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ ایشیائے صغیر کے ایک شہر فرغاموس کا رہنے والا۔ مشہور قیصر روم نیرو (۵۴۔۶۸ء) کا ہم عصر

حسن میمندی:

حسن میمندی (وزیر محمود غزنوی) سے کسی نے پوچھا۔ کہ آج محمود نے خلوت میں تم سے کیا باتیں کیں؟ کہا۔ اس نے تم سے بھی تو مشورہ کیا ہوگا۔ کہنے لگا۔ یہ مقام مجھے کہاں حاصل۔ جو باتیں وہ آپ سے کرتا ہے کسی اور سے قطعاً نہیں کرتا۔ کہا۔ اسی اعتماد پہ کرتا ہے کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ تو پھر تم کیوں پوچھتے ہو؟

بد آواز مؤذن:

ایک مؤذن کی آواز اس قدر مکروہ تھی کہ جب وہ بانگ دیتا تو لوگ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے۔ تنگ آکر مسجد کے متولی نے اسے بلایا اور کہا کہ اس مسجد کا قدیمی مؤذن واپس آ گیا ہے۔ اس لیے تم کہیں اور چلے جاؤ اور یہ لو دس دینار بطور انعام۔ مؤذن خوشی خوشی وہاں سے چلا آیا اور چند دنوں کے بعد واپس آ گیا۔ اور کہنے لگا کہ اب وہ لوگ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیس دینار لو اور یہاں سے چلتے بنو۔ متولی ہنس کر کہنے لگا۔ خبردار بیس پہ فیصلہ نہ کرنا۔ دو چار اذانیں اور دو وہ پچاس پہ آ جائیں گے۔

بد آواز قاری:

ایک شخص کی آواز نہایت بری تھی۔ اور وہ بہت اونچی آواز میں قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک صاحب دل نے پوچھا۔ کہ کیا تمہیں اس تلاوت کا کچھ معاوضہ بھی ملتا ہے؟ کہا۔ کچھ نہیں۔ محض خدا کے لئے پڑھا کرتا ہوں۔ اس نے کہا۔ خدا کے لیے یہ سلسلہ بند کردو۔ ورنہ دنیا اسلام سے بھاگ جائے گی۔

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی، ببری رونق مسلمانی

(اگر تم قرآن اس انداز سے پڑھو گے تو اسلام کا جنازہ نکل جائے گا۔)

سلام و پیام

تذکیر ہمارے محسن بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا یوم وفات (۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء) ہے۔ اگرچہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ہر قسم کے عرس، میلوں ٹھیلوں، قبروں یا مزاروں پر پروگرامات یا اجتماعات کے انعقاد کی قطعی ممانعت ہے تاہم مریدین سلسلہ اپنے مقامی حلقہ جات میں اپنے انداز سے بانی سلسلہؒ کے یوم وفات کو قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، بانی سلسلہؒ کی یاد اور سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کے اعادہ کی صورت میں مناتے رہے ہیں۔ سابقہ روایات کو امسال اور آئندہ بھی ہمیشہ قائم رکھا جائے گا۔ ان شاءاللہ۔

سلور جوبلی نمبر ماہنامہ فلاح آدمیت (ماہ ستمبر ۱۹۹۷ء ۔ ماہ اگست ۲۰۲۲ء) اپنی اشاعت کے پچیس (۲۵) برس مکمل کر رہا ہے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ نے مجلّہ فلاح آدمیت کا ''خاص نمبر'' شائع کرنے کی منظوری دی ہے۔ ان شاءاللہ ماہ ستمبر ۲۰۲۲ء کا شمارہ ''سلور جوبلی نمبر'' ہوگا۔ اس شمارہ کے لئے قارئین مجلّہ فلاح آدمیت کی طرف سے تجاویز اور آراء یقیناً سودمند ہوں گی۔ براہ کرم اپنی تجاویز و آراء براہ راست مرکز تعمیر ملت یا مدیر مجلّہ فلاح آدمیت تک پہنچائیں تاکہ ان کی روشنی میں سلور جوبلی نمبر کے حوالہ سے پیشرفت ہو سکے۔

دعائے مغفرت

گکھڑ سے رانا شکیل احمد، رانا نبیل احمد کے تایا جان

چوک اعظم سے شاہد محمود کے ماموں

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
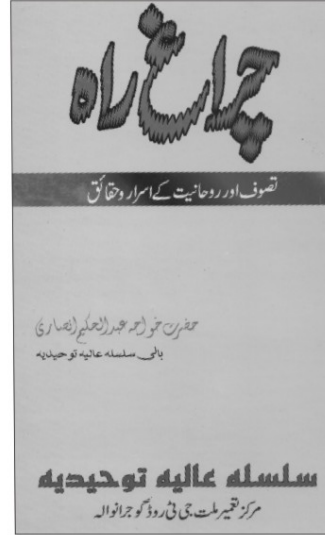
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
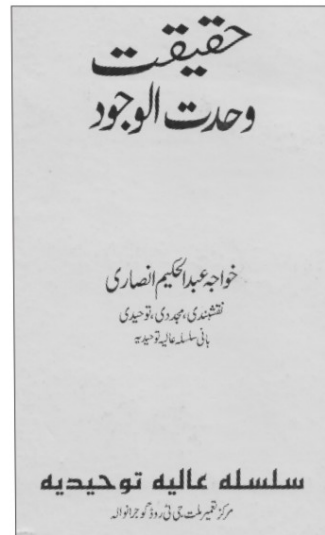
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
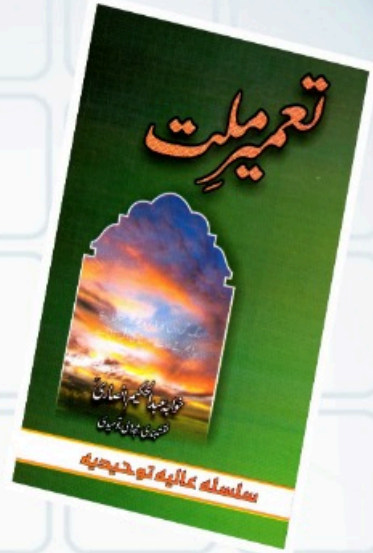
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com